ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

42

www.tanzeem.org

29 اکتوبر تا 4 نومبر 2013ء/23 تا 29 ذوالحجہ 1434ھ

اس شمارے میں

منطقی انجام

قربانی: سنتِ ابراہیمؑ

پھران داستانوں کی ضرورت ہے

ملالہ کے پروموٹرز

نماز جماعت کا باقاعدگی سے اہتمام

سزائے موت پر پابندی

ملی مجلس شرعی کے اجلاس کی روداد

انصاف کا راستہ

افغان پالیسی اور منوجی کا فلسفہ

تنظیم اسلامی کی دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

قیامت کی نہایت اہم چھوٹی نشانیاں

صحیح احادیث کی روشنی میں

① لونڈی اپنی مالکن کو جنم دے گی۔ یہ اسلامی فتوحات کی کثرت کے لیے کنایہ ہے۔ ان فتوحات میں کثرت سے لونڈیاں جنگی قیدی کے طور پر ہاتھ لگیں گی۔ لونڈی بچے کو جنم دے گی جو اس کا مالک ہوگا' کیونکہ وہ اس کے مالک کا بچہ ہوگا۔ یا یہ والدین کی نافرمانی کے لیے کنایہ ہے' یعنی بچہ اپنی ماں سے ایسے سختی سے پیش آئے گا جیسے وہ اس کا آقا ہو۔ یہ دونوں باتیں وجود میں آچکی ہیں۔

② برہنہ پا' ننگ دھڑنگ اور محتاج' بکریوں کے چرواہے اونچی اونچی عمارتیں بنائیں گے۔ [جیسا کہ جزیرۃ العرب والے کر رہے ہیں۔]

③ معاملات کو نا اہل لوگوں کے سپرد کر دینا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''جب معاملات نا اہل لوگوں کے حوالے ہونے لگیں تو قیامت کا انتظار کرو۔''

④ قتل وغارت کی کثرت۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ''بیشک قیامت سے پہلے وہ زمانہ بھی آئے گا جب جہالت ڈیرے ڈال دے گی' علم اٹھ جائے گا۔ جب حرج (اضطراب) کثرت سے ہوگا۔ اور حرج سے مراد قتل ہے۔

⑤ مے نوشی اور اس کے لیے دوسرے نام استعمال کرنا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کے لوگ شراب پئیں گے مگر اس کا نام بدل دیں گے۔''

⑥ گانے بجانے کو جائز سمجھنا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''میری امت میں کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو ریشم' مے نوشی اور گانے بجانے کو حلال سمجھیں گے۔''

⑦ فحش کاری اور فحش گوئی کا ظہور۔

⑧ زمانوں کا تقارب۔ یعنی وقت سے برکت کا اٹھ جانا۔

⑨ زلزلوں کی کثرت۔ مصر کے موسمی تحقیقات کے کسی کارکن کا قول ہے کہ زمین تو اب مستقل طور پر لرزتی رہتی ہے۔

⑩ فتنوں کا ظہور اور ان کے شر کا عام ہونا۔ آپؐ نے فرمایا: ''قیامت اس وقت آئے گی جب علم سمیٹ لیا جائے گا' زلزلے کثرت سے آنے لگیں گے' فتنوں کا ظہور ہوگا اور حرج یعنی قتل بڑھ جائے گا۔''

⑪ جب تمام قومیں متفقہ طور پر امت مسلمہ پر پل پڑیں گی جیسے کھانے والے ایک پیالے پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔

اُمت مسلمہ کی عمر

امین محمد جمال الدین

الھدیٰ (584)

سُورۃ اِبراھِیم

(آیات:52،48)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یَوۡمَ تُبَدَّلُ الۡاَرۡضُ غَیۡرَ الۡاَرۡضِ وَ السَّمٰوٰتُ وَ بَرَزُوۡا لِلّٰہِ الۡوَاحِدِ الۡقَہَّارِ ﴿۴۸﴾ وَ تَرَی الۡمُجۡرِمِیۡنَ یَوۡمَئِذٍ مُّقَرَّنِیۡنَ فِی الۡاَصۡفَادِ ﴿۴۹﴾ سَرَابِیۡلُہُمۡ مِّنۡ قَطِرَانٍ وَّ تَغۡشٰی وُجُوۡہَہُمُ النَّارُ ﴿۵۰﴾ لِیَجۡزِیَ اللّٰہُ کُلَّ نَفۡسٍ مَّا کَسَبَتۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ سَرِیۡعُ الۡحِسَابِ ﴿۵۱﴾ ہٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَ لِیُنۡذَرُوۡا بِہٖ وَ لِیَعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَا ہُوَ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ وَّ لِیَذَّکَّرَ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ ﴿۵۲﴾

آیت ۴۸ ﴿یَوۡمَ تُبَدَّلُ الۡاَرۡضُ غَیۡرَ الۡاَرۡضِ وَ السَّمٰوٰتُ﴾ ’’جس دن زمین بدل دی جائے گی اس زمین کے سوا (کسی اور شکل میں) اور آسمانوں کو بھی (بدل دیا جائے گا)‘‘

یہ روزِ محشر کے منظر کی طرف اشارہ ہے۔ اس سلسلے میں قبل ازیں بھی کئی دفعہ ذکر کیا گیا ہے کہ قرآن کی فراہم کردہ تفصیلات کے مطابق یوں لگتا ہے جیسے محشر کا میدان اسی زمین کو بنایا جائے گا۔ اس کے لیے زمین کی شکل میں مناسب تبدیلی کی جائے گی‘ جیسا کہ اس آیت میں فرمایا گیا ہے۔ سورۃ الفجر میں اس تبدیلی کی ایک صورت اس طرح بتائی گئی ہے: ﴿اِذَا دُکَّتِ الۡاَرۡضُ دَکًّا دَکًّا ﴿۲۱﴾﴾ ’’جب زمین کو کوٹ کوٹ کر ہموار کر دیا جائے گا‘‘۔ پھر سورۃ الانشقاق میں فرمایا گیا ہے: ﴿وَ اِذَا الۡاَرۡضُ مُدَّتۡ ﴿۳﴾﴾ ’’اور جب زمین کو کھینچا جائے گا‘‘۔ اس طرح تمام تفصیلات کو جمع کر کے جو صورت حال ممکن ہوتی محسوس ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ زمین کے تمام نشیب و فراز کو ختم کر کے اسے بالکل ہموار بھی کیا جائے گا اور وسیع بھی۔ اس طرح اسے ایک بہت بڑے میدان کی شکل دے دی جائے گی۔ جب زمین کو ہموار کیا جائے گا تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے‘ زمین کے پچکنے سے اس کے اندر کا سارا لاوا باہر نکل آئے گا اور سمندر بھاپ بن کر اُڑ جائیں گے۔ اسی طرح نظامِ سماوی میں بھی ضروری ردّ و بدل کیا جائے گا‘ جس کے بارے میں سورۃ القیامہ میں اس طرح بتایا گیا ہے: ﴿وَ جُمِعَ الشَّمۡسُ وَ الۡقَمَرُ ﴿۹﴾﴾ یعنی سورج اور چاند کو یکجا کر دیا جائے گا۔ واللہ اعلم!

حال ہی میں ایک صاحب نے ’’The Machanics of the Doom's Day‘‘ کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے۔ یہ صاحب ماہر طبعیات ہیں۔ میں نے اس کتاب کا پیش لفظ بھی لکھا ہے۔ اس میں انہوں نے بہت سی ایسی باتیں لکھی ہیں جن کی طرف اس سے پہلے توجہ نہیں کی گئی۔ اس لحاظ سے ان کی یہ باتیں یقیناً قابل غور ہیں۔ انہوں نے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ قیامت کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اس وقت پوری کائنات ختم ہو جائے گی‘ بلکہ یہ واقعہ صرف ہمارے نظامِ شمسی میں رونما ہو گا۔ جس طرح اس کائنات کے اندر کسی گلیکسی یا کسی گلیکسی کے کسی حصے کی موت واقع ہوتی رہتی ہے اسی طرح ایک وقت آئے گا جب ہمارا نظامِ شمسی تباہ ہو جائے گا اور تباہ ہونے کے بعد کچھ اور شکل اختیار کر لے گا۔ ہماری زمین بھی چونکہ اس نظام کا حصہ ہے‘ لہٰذا اس پر بھی ہر چیز تباہ ہو جائے گی‘ اور یہی قیامت ہو گی۔ واللہ اعلم!

﴿وَ بَرَزُوۡا لِلّٰہِ الۡوَاحِدِ الۡقَہَّارِ ﴿۴۸﴾﴾ ’’اور یہ حاضر ہو جائیں گے اللہ کے سامنے جو واحد و قہار ہے۔‘‘

سورۃ الفجر میں اس وقت کا منظر بایں الفاظ بیان ہوا ہے: ﴿وَّ جَآءَ رَبُّکَ وَ الۡمَلَکُ صَفًّا صَفًّا ﴿۲۱﴾ وَ جِایۡٓءَ یَوۡمَئِذٍۭ بِجَہَنَّمَ ......﴾ ’’اور اللہ تعالیٰ اس وقت نزول فرمائے گا‘ فرشتے بھی قطار در قطار آئیں گے اور جہنم بھی سامنے پیش کر دی جائے گی......‘‘ اللہ تعالیٰ کے نزول فرمانے کی کیفیت کا ہم تصور نہیں کر سکتے۔ جس طرح ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ رات کے آخری حصے میں آسمانِ دنیا پر نزول فرماتا ہے‘ لیکن ہم یہ نہیں جانتے کہ اس نزول کی کیفیت کیا ہوتی ہے‘ اسی طرح آج ہم نہیں جان سکتے کہ روزِ قیامت جب اللہ تعالیٰ زمین پر نزول فرمائے گا تو اس کی کیفیت کیا ہو گی۔ ممکن ہے تب اس کی حقیقت ہم پر منکشف کر دی جائے۔

آیت ۴۹ ﴿وَ تَرَی الۡمُجۡرِمِیۡنَ یَوۡمَئِذٍ مُّقَرَّنِیۡنَ فِی الۡاَصۡفَادِ ﴿۴۹﴾﴾ ’’اور تم دیکھو گے مجرموں کو اُس روز کہ وہ جکڑے ہوئے ہوں گے باہم زنجیروں میں۔‘‘

آیت ۵۰ ﴿سَرَابِیۡلُہُمۡ مِّنۡ قَطِرَانٍ وَّ تَغۡشٰی وُجُوۡہَہُمُ النَّارُ ﴿۵۰﴾﴾ ’’ان کے کرتے ہوں گے گندھک کے اور ڈھانپے ہوئے ہو گی ان کے چہروں کو آگ۔‘‘

آیت ۵۱ ﴿لِیَجۡزِیَ اللّٰہُ کُلَّ نَفۡسٍ مَّا کَسَبَتۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ سَرِیۡعُ الۡحِسَابِ ﴿۵۱﴾﴾ ’’تاکہ اللہ بدلہ دے دے ہر جان کو جو کچھ بھی اُس نے کمایا۔ یقیناً اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔‘‘ اُس دن اللہ تعالیٰ کو اتنے زیادہ لوگوں کا حساب لیتے ہوئے دیر نہیں لگے گی۔

آیت ۵۲ ﴿ہٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ﴾ ’’یہ پہنچا دینا ہے لوگوں کے لیے‘‘

اس قرآن اور اس کے احکام کو لوگوں تک پہنچانے کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے محمدٌ رسول اللہ ﷺ پر ڈالی تھی۔ آپ ﷺ نے یہ ذمہ داری احسن طریقے سے پوری کر دی ہے۔ اب یہ ذمہ داری آپ ﷺ کی اُمت کے ہر فرد پر عائد ہوتی ہے کہ وہ یہ پیغام تمام انسانوں تک پہنچائے۔

﴿وَ لِیُنۡذَرُوۡا بِہٖ﴾ ’’تاکہ وہ اس کے ذریعے سے خبردار کر دیے جائیں‘‘

یعنی اس قرآن کے ذریعے سے تمام انسانوں کی تذکیر و تنذیر کا حق ادا ہو جائے۔ اس حوالے سے سورۃ الانعام کی آیت ۱۹ کے یہ الفاظ بھی یاد کر لیجیے: ﴿وَ اُوۡحِیَ اِلَیَّ ہٰذَا الۡقُرۡاٰنُ لِاُنۡذِرَکُمۡ بِہٖ وَ مَنۡۢ بَلَغَ ؕ﴾ ’’یہ قرآن میری طرف سے وحی کیا گیا ہے تاکہ میں خبردار کر دوں اس کے ذریعے سے تمہیں بھی اور (ہر اُس شخص کو) جس تک بھی یہ پہنچ جائے۔‘‘ ﴿وَ لِیَعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَا ہُوَ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ وَّ لِیَذَّکَّرَ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ ﴿۵۲﴾﴾ ’’اور تاکہ وہ جان لیں کہ صرف وہی معبود ہے اکیلا‘ اور اس لیے کہ نصیحت اخذ کریں عقل والے لوگ۔‘‘

بارك اللّٰه لی ولكم فی القرآنِ العظیم‘ ونفعنی وایاكم بالایات والذكر الحكیم

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

بانی: اقتدار احمد مرحوم

29 اکتوبر تا 4 نومبر 2013ء — جلد 22
23 تا 29 ذوالحجہ 1434ھ — شمارہ 42

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور-54000
فون: 36366638-36316638 فیکس: 36313131
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا ---------------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ

مرزا ایوب بیگ

منطقی انجام

اللہ رب العزت کی بنائی ہوئی اس کائنات کے حقائق اتنے اٹل اور اتنے عیاں ہیں اور امورِ دنیا کا اپنے منطقی انجام کی طرف سفر اتنے تسلسل سے جاری رہتا ہے کہ فرد کی شخصیت اگر ذہنی، قلبی اور روحانی سطح پر بدترین انداز میں مسخ نہ ہو چکی ہو اور معاشرہ اگر اخلاقی لحاظ سے مکمل طور پر دیوالیہ پن کا شکار نہ ہو چکا ہو تو حق و سچ کے مقابلے میں فریب و دجل کی پہچان اور شناخت کچھ مشکل نہیں ہوتی۔ یقیناً انسانوں اور معاشروں پر ان کے کرتوتوں کے باعث وہ وقت آجاتا ہے کہ توفیق سلب ہو جاتی ہے۔ علاوہ ازیں اللہ کے فیصلے ہیں (جن کی بنیاد یا جواز ڈھونڈنے کا ہمیں نہ کوئی حق حاصل ہے اور نہ ہمارے بس کی بات) کہ کوئی دیکھ کر بھی دیکھ نہیں پاتا اور جان کر بھی جان نہیں جاتا کہ حق و سچ کیا ہے اور جھوٹ اور افسانہ کیا ہے۔ بدقسمت اور بدبخت ابولہب حقیقی چچا اور ہمسایہ ہو کر اللہ کی محبوب ترین ہستی جسے خود اللہ نے رحمت للعالمین قرار دیا اور تاریخ نے محسن انسانیت ﷺ تسلیم کیا انہیں پہچان نہ سکا اور کوئی فارس سے حق کی تلاش میں صحراؤں کی خاک پاؤں تلے روندتا ہوا مدینہ میں قدم بوسی کی سعادت حاصل کر لیتا ہے۔ شاید بات کسی دوسری طرف نکل گئی نہیں ایسا نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ کوئی دینی یا دنیوی معاملہ ہو حق و باطل کی چھان پھٹک ہو کوئی رہنمائی مقصود ہو کوئی چھوٹا بڑا مسئلہ درپیش ہو گستاخ اکھیاں وہیں جا لڑتی ہیں، گناہوں کے پردوں میں روپوش دل اسی طرف مائل ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس دجال کے حوالہ سے آقاؐ نے اُمتِ مسلمہ کو خبردار کیا تھا اور فرمایا تھا کہ ہر نبی نے اُس کے دجل سے اللہ کی پناہ طلب کی تھی اس کی تہذیب ہراول دستے کے طور پر میدان میں اُتر چکی ہے اور انسانیت خصوصاً عالم اسلام پر پوری قوت سے حملہ کر چکی ہے۔ اور امت مسلمہ جسے جسد واحد کی صورت اختیار کرنا چاہیے تھی، زمینی حقائق کے مطابق وہ جسد منتشرہ ہے۔ جبکہ عالم کفر کافی حد تک متحد اور منظم ہے۔

عالم اسلام دو حصوں میں منقسم ہو چکا ہے۔ ایک کو عوام کہا جائے گا اور دوسرے کو ایلیٹ۔ بے اختیار اور خصوصی مراعات سے محروم طبقہ عوام شمار ہو گا اور سیاسی لحاظ سے مقتدر یا معاشی وسائل سے مالا مال وہ طبقہ جو حکمرانوں تک رسائی رکھتا ہے یا سول اور فوجی بیوروکریٹس جو اہل اقتدار کے تحت کے پائے کی حیثیت رکھتے ہیں یا آج کے دور میں میڈیا کے وہ لوگ جو پگڑیاں اچھالنے کی ماہر ہیں اور حکمرانوں کی کرسی کو پائے سمیت جھٹکے دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ یہ طبقات یا بادشاہ ہیں یا بادشاہ گر ہیں۔ انہیں ہم نے ایلیٹ کا نام دیا ہے۔ اس ایلیٹ کی عظیم اکثریت بکاؤ مال ہے۔ مسلمان حکمران اپنے تخت و تاج کے عوض دجالی تہذیب کے ایجنڈے کو آگے بڑھا رہے ہیں۔ ان میں استثناء شاذ کے درجہ میں ہے۔ سول اور فوجی اسٹیبلشمنٹ میں ایک اچھی خاصی تعداد میں قابل فروخت لوگ بھی موجود ہیں، لیکن اکثریت ذہنی طور پر اس تہذیب سے اتنی مرعوب ہے کہ مغرب کی ہر شے کو آسمانی وحی کی طرح قبول کر لیتی ہے۔ جہاں تک میڈیا کا تعلق ہے یہ بات اب ہمارے ذہن نے بھی قبول کر لی ہے کہ اس کی آزادی کے اصل مقاصد کیا تھے اور دجالی تہذیب اب اس ہتھیار کو کس بری طرح مشرقی اور اسلامی معاشرے کے خلاف استعمال کر رہی ہے۔ ہمارے میڈیا کو ان کی خدمات کے عوض کیا ادا کیا جا رہا ہے، یہ تو دجالی تہذیب کے سرغنہ امریکہ نے راز میں رکھنے کی بھی خاص ضرورت محسوس نہیں کی۔ البتہ بہت کچھ رازداری سے بھی ادا کیا جاتا ہے۔ اس شعبہ میں آٹے میں نمک کے برابر استثناءات ہیں، انہیں بری طرح کارنر کیا جاتا ہے، بہرحال ایک قلیل تعداد مدافعت کرتی نظر آتی ہے۔ اگرچہ عوام جو اس ایلیٹ کلاس کی نسبت تعداد میں بہت زیادہ ہیں انہیں روٹی کے مسئلہ میں الجھا دیا گیا ہے، وہ بے بس اور مظلوم دکھائی دیتے ہیں ان کی نکیل ایلیٹ کلاس کے ہاتھ میں ہے لیکن عوام کے حوالہ سے بھی افسوس کی بات یہ ہے کہ ان کی اکثریت مایوسی کی آخری حد تک جا چکی ہے۔ وہ جدوجہد کی قائل نہیں رہی۔ وہ ہتھیار پھینک چکی ہے اور ان کی آنکھیں بھی دجالی تہذیب کی چمک دمک سے چندھیائی گئی ہیں۔ وہ بھی ترقی کی معراج اس تہذیب کے حوالہ سے قدم آگے بڑھنے کو سمجھتے ہیں۔

اس سب کچھ کے باوجود ہم آغاز میں رقم شدہ الفاظ کو دہراتے ہیں کہ اللہ رب العزت کی اس کائنات کے حقائق اتنے اٹل اور عیاں ہیں اور امور دنیا اپنے منطقی انجام کی طرف اس طرح سفر جاری رکھے ہوئے ہیں کہ سچ اور جھوٹ کی پہچان نیم مردہ معاشرے میں بھی ہو ہی جاتی ہے۔ اس کی بہت سی مثالیں دی جاسکتی ہیں، لیکن فی الحال اس کمسن بچی کی مثال کفایت کرے گی جس کے سر پر دجالی تہذیب کا تاج بڑے زور وشور سے سجایا جا رہا ہے۔ ملالہ یوسفزئی اس لحاظ سے یقیناً ایک مظلوم بچی تھی کہ اس پر حملہ کیا گیا تھا وہ یقیناً زخمی ہوئی تھی اور تحریک طالبان پاکستان نے اس کی ذمہ داری بھی قبول کی تھی۔ طالبان کا اعتراض یہ تھا کہ وہ گل مکئی کے قلمی نام سے طالبان کے خلاف لکھ رہی ہے حالانکہ یہ حرکت اس کا والد اپنی بچی کا شیلٹر لے کر کر رہا تھا۔ ہماری رائے میں اس کے باوجود بچی پر حملہ جائز نہیں تھا۔ دروغ گوئی کا جواب حق گوئی سے دیا جانا چاہیے تھا۔ بہرحال اس حملہ کے بعد دجالی تہذیب کی چیخ و پکار اور اس بے ہنگم شور کے ساتھ ہمارے میڈیا کی یہ صدا کہ ''ہم پیچھے نہیں رہیں گے'' یہ دجل وفریب کی وہ طویل داستان ہے جس کا تذکرہ کرنا بے سود ہے کہ یہ درندہ بے ڈھنگ کا غرغرانا ہے۔ کیا کسی کو بتانے کی ضرورت ہے کہ افغانستان میں کتنی معصوم بچیاں ڈیزی کٹروں اور سمارٹ بموں کا نشانہ بن چکی ہیں۔ ہمارے قبائلی علاقوں میں ڈرون حملے معصوم شہریوں کی لاشوں کو اس حالت میں نہیں رہنے دیتے کہ انہیں دفنایا جا سکے۔ عراق میں سکول جاتی بچی کے ساتھ امریکی فوجیوں کی درندگی تاریخ کے صفحات سے کیسے غائب کی جاسکتی ہے۔ اس وحشی پن اور درندگی کا ذکر تو ضمنی طور پر آ گیا تھا۔ ہم قارئین کو اصلاً یہ بتانا چاہتے تھے کہ حقائق خود کتنے زور آور ہوتے ہیں چاہے ان کے وکیل کتنے ہی کمزور کیوں نہ ہوں اور ہر شے اپنے منطقی انجام کی طرف کیسے سفر طے کرتی ہے۔ جب یورپ ملالہ یوسف زئی پر انعامات اور نوازشات کی بارش برسا رہا تھا تو وہ اپنا توازن قائم نہ رکھ سکا اور یہی جھوٹ کی حقیقی صفت ہے کہ توازن برقرار رہ ہی نہیں سکتا۔ اس عدم توازن کا (پروپیگنڈے کا بے سروپا بڑھتے چلے جانا) نتیجہ یہ نکلا کہ ہمارے ہاں کا فروخت شدہ نہ سہی مرعوب شدہ طبقہ کچھ پسپائی پر مجبور ہو گیا۔ اکثر سیکولر دانشوروں نے اخلاقی جرأت کا مظاہرہ نہ کیا اور صرف اپنی آواز کو دھیما کر لیا لیکن ایک دانشور یہ کہنے پر مجبور ہوئے کہ مغرب کا اس حوالہ سے والہانہ پن خود مجھے شک وشبہ میں مبتلا کر رہا ہے کہ دال میں کچھ کالا ہے۔ اللہ کرے انہیں جلد سمجھ آ جائے کہ سفیدی پینٹ (paint) کی گئی ہے حقیقت میں کالا ہی کالا ہے، دال کہاں ہے۔

ہم مغرب اور مغرب زدگان کو بتانا چاہتے ہیں کہ بچیوں کو تعلیم سے کس نے روکا ہے۔ فرمان نبویؐ ہے کہ علم کا حصول ہر مرد اور عورت پر فرض ہے۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ تعلیم کیسی ہو' کیسے دی جائے اور کون کسے دے۔ اور ان سے یہ بھی پوچھا جانا چاہیے کہ مدرسہ حفصہ کی بچیاں علم حاصل نہیں کر رہی تھیں۔ ملالہ یوسف زئی تو پاکستان سے فرار ہو گئی یا دجالی تہذیب کے فرزندوں نے انہیں بہلا پھسلا کر اغوا کر لیا، تاکہ اسلام اور پاکستان کے خلاف اپنے ایجنڈے کو آگے بڑھایا جائے۔ مدرسہ کی ان بچیوں نے تو حصولِ علم کے لیے جہاد میں جام شہادت نوش فرمایا۔ اگر دنیاوی علم ہی تمہارے نزدیک علم ہے تو اس حوالہ سے کان کھول کر سن لیں کہ پاکستان میں بہت سی بچیاں ملالہ یوسف زئی کی طرح تماشا تو نہ بنیں لیکن ان کی کوشش اور جہد وجہد اور ذہانت ملالہ یوسف زئی سے کہیں آگے ہے، لیکن وہ مغرب کا مسئلہ حل نہیں کر سکتی تھیں۔ انہیں اسلام اور پاکستان کو بدنام کرنے میں استعمال نہیں کیا جا سکتا تھا۔ آخر میں ہم پورے وثوق اور یقین سے کہتے ہیں کہ یہ دجالی تہذیب بھی بالآخر اپنے منطقی انجام کو پہنچے گی ان شاء اللہ، وہی انجام جو دجل وفریب کا مقدر ہے، وہ انجام جو بالآخر منکرِ حق کا ہوتا ہے۔ حق بالآخر خود کو باطل پر دے مارے گا اور اسے پاش پاش کر دے گا' ان شاء اللہ!

پریس ریلیز 25 اکتوبر 2013 **حافظ عاکف سعید**

اوباما نواز شریف ملاقات ایک غلام قوم کے حکمران کی فرعونِ وقت کے سامنے پیشی تھی

امریکا کا جماعۃ الدعوۃ پر پابندی کا مطالبہ صریح ناانصافی اور ہمارے داخلی معاملات میں کھلی مداخلت ہے

ایمنسٹی انٹرنیشنل کی جانب سے ڈرون حملوں کو جنگی جرائم تسلیم کرنے کے باوجود وزیراعظم کا انہیں محض ملکی خودمختاری کے منافی قرار دینا ناقابل فہم ہے

اوباما نواز شریف ملاقات ایک غلام قوم کے حکمران کی فرعونِ وقت کے سامنے پیشی تھی۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطابِ جمعہ کے دوران کہی۔ اوباما نواز شریف ملاقات ایک غلام قوم کے حکمران کی فرعونِ وقت کے سامنے پیشی تھی۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطابِ جمعہ کے دوران کہی۔ انہوں نے کہا کہ عجیب بات یہ ہے کہ ایمنسٹی انٹرنیشنل نے ڈرون حملوں کو جنگی جرائم قرار دیا' جبکہ وزیراعظم پاکستان میاں محمد نواز شریف نے خود ڈرون حملوں کو جنگی جرائم تسلیم کرنے سے انکار کیا اور انہیں محض پاکستان کی خودمختاری کے خلاف قرار دیا۔ امریکی ذرائع کے مطابق میاں نواز شریف نے ڈاکٹر عافیہ صدیقی کے بارے میں بات کی اور ہم نے سن لی' لیکن اس مسئلہ پر مزید کوئی بات نہیں کی جا سکتی۔ البتہ ڈاکٹر شکیل آفریدی کی رہائی کا مطالبہ بڑے زوردار انداز میں کیا گیا۔ امریکہ نے پاکستان کے اندرونی معاملے میں مداخلت کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان جماعۃ الدعوۃ پر پابندی عائد کرے اور حافظ سعید کو گرفتار کیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ بھارت کنٹرول لائن پر سیز فائر کی کھلی خلاف ورزی کر رہا ہے اور ہر روز کشمیری اور پاکستانی بھارتی فوجیوں کی گولہ باری سے شہید اور زخمی ہو رہے ہیں۔ لیکن امریکہ نے پاکستان کو حکم دیا ہے کہ وہ کنٹرول لائن پر کشیدگی کم کرے۔ امریکہ نے پاکستان کی یہ درخواست بھی رد کر دی ہے کہ امریکہ کشمیر کے مسئلہ پر ثالث کا رول ادا کرے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کے وزیراعظم کے امریکہ پہنچنے سے ایک دن پہلے جو فنڈ ریلیز کیے تھے وہ قطعی طور پر امداد نہیں تھی بلکہ وہ امریکہ کی جنگ لڑنے کے لیے وہ رقم تھی جو پاکستان پہلے ہی خرچ کر چکا ہے اور وہ پاکستان کی امریکہ کی طرف واجب الادا تھی جو تاخیر سے ادا کی گئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ غریب قوم کے خون پسینہ کی کمائی ایسے بے سود دوروں پر خرچ نہیں ہونی چاہیے' خود قوم اس کی زیادہ مستحق ہے۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر واشاعت تنظیم اسلامی)

قربانی: سنتِ ابراہیمیؑ

روح اور پیغام

مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کا خطاب عیدالاضحیٰ

برادرانِ دین! آج یوم عیدالاضحیٰ ہے۔ عیدالاضحیٰ ہم مسلمانوں کی دو سالانہ عیدوں میں سے ایک ہے۔ ہر قوم کے کچھ مخصوص سالانہ تہوار ہوتے ہیں۔ مسلمان بھی ایک قوم ہیں، ایک ایسی قوم جو اپنی ترکیب میں خصوصی شان کی حامل ہے۔ دنیا کی دیگر اقوام رنگ، نسل اور جغرافیے کی بنیاد پر تشکیل پاتی ہیں۔ آج کل وطنی قومیت کا تصور سب سے زیادہ مقبول ہے۔ ایک جغرافیائی حدود میں رہنے والے ایک قوم شمار ہوتے ہیں۔ جہاں سے دوسرا خطہ شروع ہوا، دوسری قوم شروع ہو جاتی ہے۔ مسلمانوں کا تصور قوم ان محدودیتوں سے ماوراء ہے۔ مسلم قومیت کی بنیاد صرف اسلام ہے۔ علامہ اقبال صحیح کہتے ہیں۔

بازو ترا توحید کی قوت سے قوی ہے
اسلام ترا دیس ہے تو مصطفوی ہے

مسلم قومیت کا تقاضا یہ ہے کہ ۔

بتانِ رنگ و خوں کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا
نہ تورانی رہے باقی، نہ ایرانی، نہ افغانی

اگرچہ ہماری دین سے بے وفائی کے سبب ہمارے دشمنوں نے ہمیں ٹکڑوں (بلکہ ٹکڑیوں) میں تقسیم کر دیا، اور ملت اسلامیہ آج 57 سیاسی وحدتوں میں منقسم ہے، تاہم اِس میں شامل تمام افراد خواہ ان کا تعلق کسی بھی ملک سے ہو، بہت سے اعتبارات سے آج بھی ایک ہی سوچ، ایک ہی فکر اور ایک ہی ثقافت کے حامل ہیں۔ چنانچہ پوری دنیا میں مذہبی حوالے سے ہمارے سالانہ تہوار یہی دو عیدیں ہیں۔ اِن مواقع پر مسلمانوں کی وحدتِ ملی کا اظہار بڑے بڑے اجتماعات کی صورت میں ہوتا ہے۔ ہماری یہ دونوں عیدیں دو عظیم الشان عبادات کے ساتھ جڑی ہوئی ہیں۔ ایک عبادت کا نام روزہ اور دوسری کا نام قربانی ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ان دونوں عبادات کے ذکر کے بعد نہایت اہتمام کے ساتھ شکر بجالانے اور تکبیر رب کا ذکر ہے۔ گویا اس میں اشارہ کر دیا گیا کہ یہی عید منانے کا طریقہ ہے۔ چنانچہ سورۃ البقرہ کے 23 ویں رکوع میں جہاں روزے کی عبادت کا تفصیلی ذکر ہے، وہاں آخر میں فرمایا: ﴿وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝﴾ ''اور (یہ آسانی کا حکم) اس لیے (دیا گیا ہے) کہ تم روزوں کا شمار پورا کر لو اور اس احسان کے بدلے کہ خدا نے تم کو ہدایت بخشی ہے تم اس کو بزرگی سے یاد کرو اور اس کا شکر کرو''۔ جبکہ حج اور قربانی کے تفصیلی ذکر کے بعد پہلے فرمایا: ﴿كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝﴾ ''ان کو تمہارے زیر فرمان کر دیا ہے تاکہ تم شکر کرو''۔ اگلی آیت ہے: ﴿كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ط وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ۝﴾ ''اسی طرح خدا نے ان کو تمہارا مسخر کر دیا ہے تاکہ اس بات کے بدلے کہ اس نے تم کو ہدایت بخشی ہے اسے بزرگی سے یاد کرو اور (اے پیغمبر) نیکوکاروں کو خوشخبری سنا دو۔''

چنانچہ یہی تشکر اور تکبیر رب کا حکم عیدین کے موقع پر دوگانہ تشکر اور تکبیرات رب کی شکل میں ظہور پذیر ہوتا ہے۔ عیدین کے موقع پر عیدگاہ آتے جاتے تکبیرات کہنے کی بڑی اہمیت ہے، یہ واجب عمل ہے، اگرچہ ہم اس کو کافی حد تک فراموش کر چکے ہیں۔ تکبیر رب اللہ کی کبریائی اور بڑائی کا اعلان ہے۔ کیا ہی پُرشکوہ اور پُروقار انداز ان مردانِ حُر کا ہوتا ہے جو اللہ وحدہٗ لاشریک اور مالک الملک کے سوا کسی بڑی سے بڑی طاقت کے بھی سامنے سر نہیں جھکاتے، خواہ وہ ماضی کا فرعون یا نمرود ہو یا آج کے دور کا کوئی جابر بادشاہ یا عالمی طاغوت۔ اللہ کے مخلص بندے سر کٹا تو دیتے ہیں، مگر کبھی جھکاتے نہیں۔ ہماری تاریخ جرأت، عزیمت کی مثالوں سے بھری پڑی ہے۔ برصغیر کی تاریخ میں حضرت مجدد الف ثانیؒ جیسے درویش نے شہنشاہ وقت اکبر کے سامنے جھکنے سے انکار کر دیا تھا، امت کے زوال وانحطاط کے دور میں آج بھی بحمد اللہ، اللہ کی کبریائی پر دل سے یقین رکھنے والے مردانِ حُر موجود ہیں، جو اللہ کے ساتھ وفاداری کے معاملے میں دنیا کی کسی سپر پاور کو بھی خاطر میں نہیں لاتے، خواہ وہ نہتے ہی کیوں ہوں، اور حق کی خاطر ہر قربانی دینے کے لیے تیار رہتے ہیں۔ شاید ایسے ہی مردانِ حُر کے بارے میں اقبال نے کہا تھا۔

عیدِ آزاداں شکوہ ملک و دیں
عیدِ محکوماں ہجوم مومنیں

اور

شکوہ عید کا منکر نہیں ہوں میں لیکن
قبول حق ہیں فقط مرد حُر کی تکبیریں

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان مردانِ حر کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے جو حق کی خاطر ہر طرح کی قربانی دینے کے لیے ذہناً ہی نہیں عملاً بھی تیار رہتے ہیں۔

حضرات محترم!

عیدالاضحیٰ کو عید قربان اسی لیے کہا جاتا ہے کہ اس میں اللہ کے نام پر جانوروں کی قربانی دی جاتی ہے۔ ابن ماجہ کی روایت ہے کہ صحابہؓ نے رسول کریم ﷺ سے سوال کیا، یا رسول اللہ! ان قربانیوں کی حقیقت کیا ہے؟ آپؐ نے جواباً ارشاد فرمایا: ''یہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہیں۔'' قربانی کی عبادت دراصل ہمارے جدامجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اُس عظیم الشان سنت کو یاد اور زندہ رکھنے کا ذریعہ ہے جب سو برس کا بوڑھا باپ اللہ کے حکم پر اپنے اکلوتے بیٹے کو اپنے ہاتھوں اللہ کی راہ میں قربان کرنے کے لیے تیار ہو گیا تھا۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی کا آخری اور سب سے کڑا امتحان تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر قرآن مجید

میں جابجا آتا ہے۔ میرا احساس یہ ہے کہ قرآن میں آپؑ کا ذکر نہایت اہتمام اور شفقت و محبت کے ساتھ اور انتہائی تعریف کے انداز میں کیا گیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام موحدِ کامل تھے اور حنیف تھے۔ ان کی پوری زندگی سخت ترین امتحانات سے عبارت تھی۔ آپؑ کو امام الناس کا خطاب دیا گیا اور یہ خطاب آپؑ کو تب ملا جب آپؑ پر سخت سے سخت امتحان میں بھی پورے اُترے۔﴿ وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ﴾ (البقرہ :124) ’’اور جب پروردگار نے چند باتوں میں ابراہیمؑ کی آزمائش کی تو وہ ان میں پورے اترے، اللہ نے کہا میں تم کو لوگوں کا پیشوا بناؤں گا۔‘‘ یہاں لفظ ’’ابتلا‘‘ قابل غور ہے۔ ابتلا امتحان و آزمائش کو کہتے ہیں۔ قرآن میں سلسلۂ موت وحیات کی غرض و غایت ہی امتحان بیان ہوئی ہے۔ فرمایا:﴿ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ﴾ ’’اسی نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں کون اچھے عمل کرتا ہے۔‘‘ یہ زندگی تو امتحان سے عبارت ہے۔ ہم پیدا ہی اس لیے کیے گئے ہیں، تاکہ جانچے اور آزمائے جائیں، تاکہ اللہ دیکھے کہ ہم میں سے کون ہے جو عمل کے اعتبار سے بہتر ہے۔ ہم موت و حیات کا یہ فلسفہ بھول جاتے ہیں اور دنیا ہی کو اپنی منزل سمجھ بیٹھتے ہیں۔ یہاں کی ہر صورت امتحان ہے۔ زندگی کے آخری سانس تک ہماری آزمائش ہوتی رہتی ہے مگر ہمیں احساس ہی نہیں ہوتا۔ ہر انسان کی زندگی میں چھوٹی بڑی آزمائشیں آتی ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی میں تو بلوغت سے لے کر زندگی کے آخری سانس تک سخت ترین آزمائشیں آئیں۔ اللہ نے اُن کے سخت اور مشکل امتحانات لیے، لیکن اللہ کے بندے نے سب کو پورا کر دکھایا۔ اُن کی قوت ارادی میں کہیں ضعف و تامل پیدا نہیں ہوا۔ ان کی عزیمت میں کمزوری اور تذبذب کے کہیں آثار پیدا نہیں ہوئے۔ یہ آزمائشیں ہمہ جہتی تھیں۔

سب سے پہلا امتحان جس میں اللہ تعالیٰ نے انہیں سرخرو کیا وہ عقل اور ذہن و فکر کا امتحان ہے۔ رب کو پہچانتے ہو کہ نہیں۔ انہوں نے ایک ایسے ماحول میں آنکھ کھولی جس میں ہر طرح کے شرک کے گھٹا ٹوپ اندھیرے چھائے ہوئے تھے۔ توحید کی کوئی کرن موجود نہیں تھی۔ مگر وہ اپنی عقل و شعور کے سہارے توحید تک پہنچ گئے۔ اس امتحان کے حوالے سے سورۃ الانعام میں تفصیلی ذکر آتا ہے کہ جب انھوں نے ستارے کو دیکھا تو کہا یہ میرا رب ہے۔ جب وہ ڈوب گیا تو فرمایا کہ میں ڈوبنے والے کو پسند نہیں کرتا۔ پھر یہی مشاہدہ چاند، سورج کا کیا اور اس سے یہی نتیجہ اخذ کیا کہ یہ چاند ستارے اور سورج یہ سب کسی ہستی کے تصرف میں ہیں اور اس کے حکم کے تابع ہیں۔ یہ تو ایک مشن میں لگے ہوئے ہیں۔ میرا رب تو وہ ہے جو ان سب کا خالق ہے۔ ﴿ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا ﴾ (الانعام:79) ’’میں نے سب سے یکسو ہو کر اپنے تئیں اسی ذات کی طرف متوجہ کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے‘‘ پھر انہوں نے بڑے مؤثر انداز میں اپنے والد اور اپنی قوم کو گمراہیوں پر ٹوکا، جیسا کہ سورۃ الانعام میں مذکور ہے:﴿ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّیْۤ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۷۴﴾ ﴾ (الانعام) ’’ابراہیمؑ (کا واقعہ یاد کرو جب کہ اس) نے اپنے باپ آزر سے کہا تھا: کیا تو بتوں کو معبود بناتے ہو؟ میں تو تجھے اور تیری قوم کو کھلی گمراہی میں پاتا ہوں‘‘۔ غرض مختلف اور اسالیب سے آپؑ بار بار اپنے والد اور قوم سے کہتے رہے کہ:﴿ قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ ﴿۹۵﴾ ﴾ (الصّٰٓفّٰت) ’’انہوں (ابراہیم) نے کہا، کیا تم اپنی ہی تراشی ہوئی چیزوں کو پوجتے ہو؟‘‘ ﴿ اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾ ﴾ (الانبیاء) ’’تف ہے تم پر اور تمہارے ان معبودوں پر جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر پوجا کر رہے ہو۔ کیا تم عقل سے بالکل عاری ہو چکے ہو؟‘‘ تو یہ ان کی فطرت و عقل سلیم کی آزمائش کا پہلا مرحلہ اور پہلا امتحان ہے جس میں انہوں نے شاندار طریقے پر کامیابی حاصل کی۔

اب دوسرا امتحان عمل کا شروع ہوا۔ قوت ارادی کی آزمائش کی ابتدا ہوئی۔ سیرت و کردار کی پختگی کو کسوٹی پر پرکھنے کے عمل کا آغاز ہوا۔ سب سے پہلی کشمکش تو اپنے والد سے ہوئی۔ سورۂ مریم میں اس کا ذکر ہے۔ کیسی لجاجت کے ساتھ اپنے والد کو توحید کی دعوت پیش کی کہ ابا جان! آپ یہ کیا کر رہے ہیں؟ ﴿ یٰۤاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّیْطٰنَ ؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِیًّا ﴿۴۴﴾ ﴾ (مریم) ’’ابا جان! شیطان کی بندگی (اور پرستش) نہ کیجیے! بلاشبہ شیطان تو رحمٰن کا نافرمان ہے۔‘‘

دعوت کا جو جواب ملا وہ یہ تھا کہ: ﴿ قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِیْ یٰۤاِبْرٰهِیْمُ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِیْ مَلِیًّا ﴿۴۶﴾ ﴾ (مریم) ’’اس نے کہا: اے ابراہیمؑ! کیا تم میرے معبودوں سے روگردانی کر رہے ہو (ہماری قومی و نسلی روایات کو اپنے پاؤں تلے روند دینا چاہتے ہو؟) اگر تم باز نہیں آؤ گے تو میں تمہیں سنگسار کر دوں گا۔ (یہ تو خیر بعد کی بات ہے) اس وقت تم میری نظروں سے دور ہو جاؤ (اور فوراً میرے گھر سے نکل جاؤ)‘‘۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب میں کہا: ﴿ قَالَ سَلٰمٌ عَلَیْكَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِیْ حَفِیًّا ﴿۴۷﴾ ﴾ (مریم) ’’(ابراہیم علیہ السلام نے) کہا، آپ پر سلامتی ہو، (اور کہا کہ) میں اپنے رب سے دعا کروں گا کہ وہ آپ کو معاف کر دے۔ یقیناً میرا رب مجھ پر بڑا ہی مہربان ہے۔‘‘ اس جھڑکی، سنگسار کرنے کی دھمکی اور گھر سے ہمیشہ کے لیے نکالے جانے پر بھی اللہ کا یہ بندہ کہتا ہے کہ ’’سلام علیك‘‘ اور اس امر کا اظہار کرتا ہے کہ میں اپنے رب کی بارگاہ میں، جو مجھ پر بڑا مہربان ہے، آپ کے لیے استغفار کروں گا۔ ارادے، عزم اور سیرت و کردار کی پختگی کا یہ پہلا امتحان ہے جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام (علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ و السلام) پورے اترے۔

اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کس قدر عظیم کام کیا کہ قوم کے سب سے بڑے صنم خانے میں جا کر اُن کے تمام بُتوں کو، سب سے بڑے بت کو چھوڑ کر، توڑ پھوڑ ڈالا اور بایں طور ان کے باطل عقائد پر ضرب کاری لگا دی۔ اہل قوم نے پوچھا: کیوں ابراہیم علیہ السلام! تو نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ حرکت کی ہے؟ ابراہیم علیہ السلام نے کہا، بلکہ یہ سب کچھ ان کے ان بڑے بت نے کیا ہے، ان ہی سے پوچھ لو اگر یہ بولتے ہیں۔ یہ سن کر وہ اپنے ضمیر کی طرف پلٹے اور اپنے دلوں میں کہنے لگے: واقعی تم خود ہی ظالم ہو۔ مگر پھر ان کی مت پلٹ گئی اور بولے: تو جانتا ہے کہ یہ بولتے نہیں ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ پھر کیا تم اللہ کو چھوڑ کر ان چیزوں کو پوج رہے ہو جو نہ تمہیں کچھ نفع پہنچانے پر قادر ہیں اور نہ نقصان۔ تف ہے تم پر اور تمہارے ان معبودوں پر جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر پوجا کر رہے ہو۔ کیا تم کچھ بھی عقل نہیں رکھتے؟ (الانبیاء)

خدائے واحد و قہار کے پرستار نے دنیوی شان و شوکت، جاہ و جلال اور دبدبے اور طنطنے کو ذرہ بھر بھی خاطر میں نہ لاتے ہوئے شہنشاہ وقت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اعلان کیا: میرا رب وہ ہے جو جلاتا ہے

اور مارتا ہے۔اور جب ربوبیت والوہیت کے مدعی مغرور نے مناظرانہ رنگ میں کہا: مجھے بھی زندہ رکھنے یا مار دینے کا اختیار حاصل ہے۔تو پوری جرأت رندانہ اور شانِ بے باکانہ کے ساتھ ترکی بہ ترکی جواب دیا: اللہ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے، (تجھ میں کچھ الوہیت ہے) تو تو اسے مغرب سے طلوع کر کے دکھا۔نتیجتاً اس کافر مردود مسمّی نمرود کے پلے سوائے مرعوبی و مبہوتی کے اور کچھ نہ رہا۔

پھر جب پوری قوم، پوری سوسائٹی اور پورے نظام باطل نے اپنی شکست پر جھنجھلا کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ کے ایک بڑے الاؤ میں ڈالنے اور جلا کر راکھ کر دینے کا فیصلہ کیا تب بھی اُن کی عزم و ارادے میں کوئی تزلزل نہ آیا۔

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

جب خدائے علیم و قدیر نے اُنہیں آگ سے معجزانہ طور پر زندہ وسلامت نکال لیا تو انہوں نے یہ کہتے ہوئے کہ:﴿وَقَالَ اِنِّيْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ﴿٩٩﴾﴾ (الصّٰفّٰت) ''اور (ابراہیمؑ) بولے کہ میں اپنے رب کی طرف ہجرت کر رہا ہوں، یقیناً وہ مجھے راہ یاب کرے گا''۔ گھر بار اور ملک و وطن سب کو خیر باد کہا اور آباء و اجداد کی سرزمین کو باحسرت و یاس دیکھتے ہوئے وہ اَن دیکھی منزل کی جانب روانہ ہو گئے، تا کہ صرف خدائے واحد کی پرستش کر سکیں اور محض اسی کے نام کا کلمہ پڑھ سکے! حالانکہ اب زندگی کے اس دور کا آغاز ہو چکا تھا جس میں جوانی کا زور ٹوٹتا ہوا محسوس ہونے لگتا ہے او رکہولت کے آثار شروع ہو جاتے ہیں۔

آخری امتحان جس پر اللہ تعالیٰ نے بھی شاندار انداز میں خراجِ تحسین پیش کیا یہ تھا کہ سو سال کے بوڑھے ابراہیم علیہ السلام اپنے اکلوتے بیٹے کو جبکہ وہ ہاتھ بٹانے کے قابل ہوا، راہِ خدا میں قربان کرنے پر تیار ہو گئے۔﴿فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ﴿١٠٣﴾ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ ﴿١٠٤﴾ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٠٥﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓـؤُا الْمُبِيْنُ ﴿١٠٦﴾﴾ (الصّٰفّٰت) ''پھر جب دونوں نے سرِ تسلیم خم کر دیا اور اس نے اسے پیشانی کے بل پچھاڑ دیا تو ہم نے پکارا کہ اے ابراہیمؑ (بس کر) تو نے خواب پورا کر دکھایا۔ ہم نیکوکاروں کو اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں۔ یقیناً یہ ایک بہت بڑی آزمائش تھی''۔ گویا جس کا امتحان لیا جا رہا تھا اس نے ہمت نہ ہاری۔اللہ نے نہ صرف یہ کہ اُس وقت بیٹے کی جگہ مینڈھے کی قربانی بطور فدیہ قبول کر لی بلکہ اس کی یادگار کے طور پر ہمیشہ ہمیش کے لیے قربانی کا سلسلہ جاری فرما دیا۔بفحوائے الفاظِ قرآنی:﴿وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ﴿١٠٧﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿١٠٨﴾﴾ (الصّٰفّٰت) ''اور اس کے بدلے میں دی ہم نے ایک بڑی قربانی۔ اور پکار رکھا ہم نے اس (چلن) پر پچھلوں میں''۔ یہ عید الاضحیٰ اسی عظیم قربانی کی یادگار ہے۔جس کی علامت کے طور پر ہم اپنے پالے ہوئے جانور پر اللہ کے نام پر چھری پھیرتے ہیں۔

قربانی میں نیت یہ ہونی چاہیے کہ ہم اللہ کے حکم کی تعمیل میں اور اس کی وفاداری کی خاطر اپنی محبوب ترین چیز قربان کرنے کے لیے تیار رہیں گے۔یہ ہے دراصل روحِ قربانی۔ جامع ترمذی اور ابن ماجہ کی روایت ہے کہ آنحضور ﷺ فرماتے ہیں: ''عید الاضحیٰ کے دن فرزند آدم کا کوئی عمل اللہ کو (قربانی کے جانور کا) خون بہانے سے زیادہ محبوب نہیں۔قربانی کا جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں اور بالوں اور کھروں کے ساتھ (گویا زندہ ہو کر) آئے گا اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی رضا اور مقبولیت کے مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ پس اے اللہ کے بندو، دل کی پوری خوشی کے ساتھ قربانیاں کیا کرو''۔اس حدیث مبارکہ کے ساتھ سورۃ الحج کی آیت کو بھی جوڑ لیجیے تو بات مکمل ہو جائے گی، جس میں فرمایا گیا:﴿لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ۭ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰي مَا هَدٰىكُمْ ۭ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٣٧﴾﴾ (الحج) ''خدا تک نہ ان کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ خون بلکہ اس تک تمہاری پرہیزگاری پہنچتی ہے اسی طرح خدا نے ان کو تمہارا مسخر کر دیا ہے تاکہ اس بات کے بدلے کہ اس نے تم کو ہدایت بخشی ہے اسے بزرگی سے یاد کرو اور (اے پیغمبر) نیکوکاروں کو خوشخبری سنا دو'' یعنی حدیث مبارکہ میں قربانی کی جو فضیلت اور اجر و ثواب بیان ہوا ہے، وہ تقویٰ کے ساتھ مشروط ہے۔اگر واقعتاً اللہ کی عظمت و جلالت کے احساس کے ساتھ صرف اُسی کو راضی کرنے کی خاطر یہ عمل کیا جائے گا تو اس کا اللہ کی نگاہ میں بہت بڑا مقام ہے۔اور اگر نیت کچھ اور ہے، مقصود دکھاوا، ریاکاری ہے، تو قربانی روح سے خالی ہوگی۔

آخری بات یہ کہ اللہ تعالیٰ کو مسلمان سے جان و مال کی قربانی مطلوب ہے۔رب کے ساتھ حقیقی وفاداری کا پیمانہ یہی ہے کہ رب کی دھرتی پر رب کا نظام قائم کرنے کے لیے آدمی سب کچھ اللہ کی راہ میں قربان کرنے کے لیے تیار رہے۔آج صورتحال یہ ہے کہ عالمی سطح پر حق و باطل کا ٹکراؤ اپنے آخری مرحلے میں داخل ہو چکا ہے۔کفریہ، طاغوتی قوتیں،شیطانی طاقتیں اپنے مہلک ترین اسلحے اور ٹیکنالوجی کی قوت کے بل پر اسلام کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لیے اصول و شرافت کا لبادہ اتار کر درندگی کی آخری حدوں کو پھلانگنے کے لیے تیار نظر آ رہی ہیں۔اقبال نے بہت پہلے خبردار کر دیا تھا۔

دنیا کو ہے پھر معرکۂ روح و بدن پیش
تہذیب نے پھر اپنے درندوں کو ابھارا
اللہ کو پامردیٔ مومن پہ بھروسا
ابلیس کو یورپ کی مشینوں کا سہارا

پامردیٔ مومن کیا ہے؟ یہ کہ کافر کی طرح شمشیر پر بھروسا کرنے کی بجائے محض اللہ کے بھروسے باطل سے معرکہ آراء ہونا۔یہی مومن کا شیوہ ہے۔

ع مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

اللہ اور اس کے دین کے لیے قربانیاں دینے کا وقت اب سر پر آ رہا ہے۔پوری دنیا میں مسلمانوں کے گرد شکنجہ کسا جا رہا ہے۔اہل ایمان کا امتحان اس بات کا ہو گا کہ آیا وہ اپنے جان و مال کے تحفظ کی خاطر باطل نظام کے پلڑے میں اپنا وزن ڈالیں گے یا اللہ کی عظمت اور اُس کے دین کے غلبے کی خاطر جسم و جاں اور مال کی قربانی دینے کو اپنے لئے باعث سعادت سمجھیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی خاطر ہر نوع کی قربانی دینے کی توفیق عطا فرمائے۔اصل کامیابی ایسے ہی لوگوں کے حصے میں آئے گی۔ بندۂ مومن اپنا مال اور جان اللہ کو جنت کے عوض بیچ چکا ہے۔لہٰذا جب ضرورت پڑتی ہے ،نقد جان لے کر میدان میں آ جاتا ہے۔اہل ایمان اپنی جانوں کی پروا نہیں کرتے،اللہ کے کلمے کی سربلندی کے لیے اس کی دھرتی پر رب کا نظام قائم کرنے کے لیے ہر طرح کی قربانی یہاں تک کہ جان دینے کے لیے بھی تیار رہتے ہیں۔آیئے عید قربان کے اس موقع پر روحِ قربانی کو اپنی شخصیتوں میں جذب کریں اور قربانی کے جانور کے گلے میں چھری پھیریں تو یہ عزم مصمم بھی کر لیں کہ اپنا تن، من، دھن اللہ کی رضا اور اُس کے دین کی سربلندی کے لیے قربان کر دیں گے۔اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔آمین [مرتب: محبوب الحق عاجز]

پھر ان داستانوں کی ضرورت ہے

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

عیدالاضحیٰ اپنے ہمراہ تکبیریں، اسوۂ ابراہیمیؑ، قربان ہوتے جانور، تکمیل حج لئے آئی اور بیت گئی۔ بل دیکھ دیکھ کر بلبلاتے عوام بکروں کی ممیاہٹ میں بہل گئے۔ گیس، بجلی کی آمدورفت میں 'دو آرزو میں کٹ گئے دو انتظار میں' کی کیفیت میں بھی کچھ افاقہ رہا۔ خلافِ معمول گیس بجلی کی عیاشی چار دن میسر رہی۔ پھر کمربستہ ہو جایئے۔ وہی ہے چال بے ڈھبی جو پہلے تھی سو اب بھی ہے۔ مضحکہ خیز ملالہ سٹوری چلتی رہی۔ ایسی کہانیوں سے اصل مقصود تو طالبان کی آڑ میں اسلام پسندوں کے خلاف زہر اگلنے کا آئے روز نیا بہانہ درکار ہوتا ہے۔ کالموں اور ٹاک شوز کا پیٹ بھرنے کا مواد! المیہ تو یہ ہے کہ ان کی مشابہت، ایجنڈے، زبان و بیان میں دنیائے کفر کے بدترین نفرت پھیلانے والے اسلاموفوبیا برانڈ مقررین سے ہو رہی ہے۔ وہاں وہ تمام حدیں توڑ ڈالتے ہیں۔ یہ دیکھئے، فلوریڈا میں ری پبلکن پارٹی کے تحت ہونے والا ایک پروگرام جس پر مسلمانوں کی تنظیم (CAIR) نے شدید احتجاج کیا ہے، کی مہمانِ خصوصی پامیلا گیلر ہے، جو ری پبلکن پارٹی کے جنونی بش گروپ کا حصہ ہے، بدترین ناقدِ اسلام، چار بیٹیوں کی مطلقہ ماں، یہودی بلکہ کٹر صیہونی خیالات کی حامل، اسرائیل کے استحکام کی خاطر فلسطینیوں پر ہر ظلم روا قرار دینے والی، جسے خود امریکی 'مسلم دشمنوں کی ملکہ' گردانتے ہیں۔ ڈنمارک میں 2006ء میں چھپنے والے توہین رسالت ﷺ پر مبنی ملعون کارٹونز اس نے فوراً اپنے بلاگ پر دیئے اور یکا یک اسے دیکھنے والوں کی تعداد لاکھوں میں پہنچ گئی۔ (مہذب، اعلیٰ تعلیم یافتہ، ابوملالہ امریکی!) بات یہاں رکتی نہیں۔ آئے دن سی این این، فوکس نیوز، نیویارک ٹائمز اور واشنگٹن پوسٹ کے صفحات پر موجود پامیلا کی کرتوت قابل ہزار نفرین ہے۔ تہذیب کی عالمی ٹھیکیدار برادری کی اس فعال سیاست دانی نے شان رسالت ﷺ میں جو گستاخی کی ہے اسے بیان کرتے قلم سسکیاں بھرتا ہے، کاغذ ساتھ چھوڑ جاتا ہے۔ امِ جمیل کی یہ ذریت جو محمد ﷺ کو مذمم کہہ کر دل کا بخار نکالتی تھی۔ وہ جس نے کانٹے بچھا کر حق کا راستہ روکنا چاہا۔ گندگی پھینک کر پاکیزہ شریعت کی سچائی بڑھنے پھیلنے سے روکنا چاہی۔ وہ خود سورۃ اللھب کی آیات کی رو سے جہنم کا ایندھن قرار پائی۔ یہ وہی وراثت ہے جس میں سے یہ بدنصیب حصہ بٹور رہے ہیں۔ پامیلا نے فخریہ کہا کہ وہ قرآنی آیات کو پائیدان کی صورت پامال کرتی ہے۔ پناہ بخدا۔! انسانی ضمیر، اخلاق، تہذیب کی اس سے بڑھ کر پامالی اور کیا ہوگی! یاد رہے کہ یہ ٹیری جونز کی طرح مذہبی جنونی پادری نہیں۔ امریکہ کی بڑی سیاسی جماعت کی فعال کارکن، دو اسلام دشمن تنظیموں کی صدر، صحافی اور دانشوری کی دعویدار ہے! اس متنازع پروگرام کے باقی دونوں مقررین بھی انہی تصورات کے حامل ہیں۔ وہ نامِ پاک ﷺ جسے لینے کے لئے ہم یہ کہتے ہیں کہ ہزار بار دہن کو مشک و گلاب سے دھو کر آپ ﷺ کا نام لیں، پھر بھی یہ کمال بے ادبی ہے! وہاں شراب کی کلیاں کرنے والے، کتوں سے منہ چٹوانے والے دریدہ دہنی کے سوا کر بھی کیا سکتے ہیں۔

ملک اجاڑنے والی یہ جنگ کلیتاً ایک نظریاتی جنگ ہے جس سے نظریں چرانے کو رینڈ کارپوریشن عالم ہمارے ہاں قرآن و حدیث کی مبنی بر تحریف تشریحات پیش کرتے ہیں۔ مغرب کا منہ دھلا کر چاند بنا کر (گرہن زدہ!) ہمارے سامنے پیش کرنے میں دن رات ایک کرتے ہیں۔ جذباتیت سے (ایسے واقعات پر) پرہیز، اسلام کے امن و سلامتی والے اسباق ان بدمعاشوں کے مقابل پڑھاتے ہیں۔ شریعت کی حکمرانی والے ادوار سے متعلق خروج کی احادیث، مباحث میں الجھاتے ہیں۔ جبکہ آج صورت حال یہ ہے کہ بعد از سقوطِ خلافت عثمانیہ، مسلم ممالک میں بشمول پاکستان شریعت زندگی کے کسی شعبے میں لاگو نہیں ہے۔ قانون انگریز کا، معیشت سود کی، سیاست مغربی جمہوریت کی، میڈیا اشاعتِ فحش پر مامور، تعلیم لارڈ میکالے کی، معاشرت ہندو وانگریز کا ملغوبہ، الّا ماشاءاللہ۔ فسق و فجور کا دور دورہ ہے۔ سیکولر بے دین، عسکری، سیاسی، بیوروکریسی، میڈیا کے سرخیل ہیں۔ دور کیا جانا، دو نامی گرامی سیاسی وزیر کبیر سورۃ اخلاص نہ پڑھ سکے۔ سینیٹر، ڈاکٹر سعیدہ اقبال سورۃ فاتحہ کی تلاوت نہ کر سکیں۔ ایک وزیر تعلیم کے ہاں قرآن کے پارے چالیس تھے۔ حقیقی شرحِ خواندگی تو یہ ہے!

بے کسی ہائے تماشا کہ نہ عبرت ہے نہ ذوق
بے دلی ہائے تمنا کہ نہ دنیا ہے نہ دیں!

مسلم ممالک پر مسلط کردہ مغرب کے یہ نمائندے پوری امت میں دین کے حوالے سے تہی دامن ہیں۔ دنیا کے حوالے سے یہ حسنی مبارک، قذافی، صدام، زین العابدین، زرداری ہیں۔ 27 ارب ڈالر صندوقوں میں بند لاوارث ماسکو ایئرپورٹ پر پڑے ہیں۔ گمان ہے یہ قذافی یا صدام کے ہوں گے۔! وہ کہاں ہیں؟ لاپتہ ہو گئے! زرداری صاحب کمائی سمیٹ کر دبئی کے عشرت کدوں میں مقیم۔ ایک تیونس کو لوٹ کر بھاگ لیا۔ دوسرا یمن کو لوٹ کر بھاگ گیا۔ ہمارے بھی 100 ارب ڈالر باہر کے بینکوں میں سیاست دانوں، جرنیلوں، بیوروکریٹس نے بھر رکھے ہیں۔ آٹھ بین الاقوامی ایجنسیاں پاکستان میں دہشت گردی کے لئے فنڈنگ کر رہی ہیں۔ کراچی میں یہی امریکی بھارتی دوستوں کے پالے گروپ کارفرما ہیں۔ ایک ایک ٹارگٹ کلر 30، 40 تک قتل کا اعتراف کرتا ہے۔ 80 قتل والا بھی پکڑ کر چھوڑا جا چکا! لیکن پورے ملک میں ہر ایسے واقعے کے لئے طالبان، القاعدہ کا لیبل استعمال کیا جاتا ہے، مضحکہ خیز حد تک! مثلاً باوجودیکہ اسلام آباد میں افسران سبزی منڈی بھتہ کیس میں ملوث پائے گئے۔ نیز سب جانتے ہیں کہ کراچی سے بے روزگار ہو کر (آپریشن کے نتیجے میں) نکلنے والے بھتہ خوروں نے بھی پنجاب، خیبر کا رُخ کیا ہے۔ لیکن طریقِ کار یہ طے ہے کہ دو چار طالبان برانڈ پکڑ کر تمام وارداتیں ان کے کھاتے میں ڈال کر خبریں لگا دو۔ تا آنکہ بھتہ اور اغوا برائے تاوان بھی القاعدہ کے برانڈ نام کے ساتھ شائع ہوئے! احمق بھی جانتا ہے کہ نظریاتی گروہ کے اہداف کیا ہوتے ہیں اور لوٹ مار مافیا کا طریقِ واردات کیا ہوتا ہے۔

یہ عالمی گاؤں کی ہمہ گیر، ہمہ پہلو بربادی کی عالمی سازشیں ہیں جو ہر مسلمان ملک میں یکساں کہانی رکھتی ہیں۔ پاکستان کو الجزائر، مصر بنایا جا رہا ہے۔ یاد رہے کہ فرانس امریکہ کی ایماء اور پشت پناہی سے الجیریا کی فوج نے قتل و غارت گری، قید و بند کا بازار گرم کیا۔ اسے میڈیا کے ذریعے (مصر کی مانند) اسلام پسند طبقات کی بدنامی

کے لئے استعمال کیا۔ امریکہ کو براہِ راست حملے کی ضرورت نہیں۔ ان کا کام ہینگ پھٹکری لگے بغیر سستے داموں ہو رہا ہے۔ 1.5 ارب سالانہ مصر کو اور یہی وعدہ ہمارے ساتھ بھی۔ خلیجی ممالک تو پہلے ہی اڈے امریکہ کو فراہم کئے بیٹھے ہیں۔ امریکہ کی فوجیں انہی کے خرچ پر (مسلم امۃ کا پیسہ!) پل رہی ہیں۔ تیونس، یمن، مصر، شام، ہماری قبائلی پٹی میں اسلام کے نام پر جینے مرنے والوں کو جنت کی راہ دکھائی جاتی ہے یا سنت یوسفیؑ کی ادائیگی کے لئے زندانوں میں رکھا جاتا ہے۔ خواص گولا کباب، پارچے، تکے، باربی کیو اڑاتے ہیں۔ شریعت طلب عوام کو یہ سب کچھ ڈرون یا توپخانے کھلا دیتے ہیں۔ گولا کھاؤ، میزائل کے ہاتھوں خود تمہارے پارچے، تکے بوٹیاں بن جائیں۔ وہی حیلے ہیں پرویزی! نام پرویز مشرف نہ بھی ہو! شدت پسندی واقعی شدید ہے۔ ہم سب طالبان ہیں۔ طالبانِ اقتدار، طالبانِ ڈالر و ریال و درہم و دینار، طالبانِ شریعت، طالبانِ جنت! طالبان کے واقعی گروہ بہت زیادہ ہیں! ہم ناموسِ رسالت ﷺ بارے بے حس ہو چکے۔ یوٹیوب بظاہر بند اس حوالے سے کی گئی جبکہ اصل وجہ یہ تھی کہ یوٹیوب ہمارے بڑوں کی کرتوتوں کے راز فاش کرتی تھی۔ دہشت گردی کے خلاف جھوٹی جنگ کے عالمی جرنیل مسلم دنیا کے ہر ہر فرد کے ایمان کا زبردست امتحان لے رہے ہیں! کیا ستم ہے کہ اُمت کے ریوڑ ان کی چراگاہوں سے چارا پانے کو دین ایمان، اللہ، رسول ﷺ، آخرت، حساب کتاب سب سے بیگانہ ہو گئے؟

وہ جو لکھی گئیں نوکِ سناں سے بدر و خیبر میں
مرے بچوں کو پھر ان داستانوں کی ضرورت ہے

بقیہ: خصوصی رپورٹ

سزائے موت کا خاتمہ

مجلس کے ارکان نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ سزائے موت کے قانون پر عمل کرے تاکہ سنگین جرائم کے مرتکب لوگوں کی حوصلہ شکنی ہو۔ انہوں نے مغرب کے فلسفۂ جرم و سزا کو ناقص قرار دیتے ہوئے کہا کہ اہل مغرب کو معاشرے سے زیادہ مجرموں سے ہمدردی ہے جو غیر فطری ہے۔ علماء کرام نے حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا کہ وہ مغربی قوتوں کے دباؤ کو قبول نہ کرے اور پاکستان میں سزائے موت کے قانون پر عمل درآمد کرے۔

صدر مجلس کی دعا پر اجلاس اختتام پذیر ہوا۔

(ڈاکٹر محمد امین)
سیکرٹری جنرل

قول سدید

ملالہ اور اس کے پروموٹرز

اوریا مقبول جان

معین اختر مرحوم ایک گلوکارہ کے حوالے سے ایک لطیفہ سنایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ پشاور میں وہ ایک شو کرنے گئی۔ غزل کی گائیکی اور گلوکارہ کا دھیما انداز، محفل کچھ دیر تک تو چلتی رہی، لیکن موسیقی کی کوئی ایک تال بھی ایسی نہ آئی کہ وہاں بیٹھے پختون جوش میں آ کر خٹک ڈانس کرنے لگیں۔ مجمعے کی اکتاہٹ دیکھ کر ایک شخص پستول ہاتھ میں پکڑے سٹیج پر آ دھمکا۔ گلوکارہ ڈر کر خاموش ہو گئی۔ وہ ایک دم بولا "تم گاؤ، تم تو ہمارا بہن ہے، ہم تو اس کو ڈھونڈ رہا ہے جو تمہیں لے کر آیا تھا"۔ ملالہ یوسفزئی کی کتاب "آئی ایم ملالہ" پڑھنے کے بعد معین اختر کا یہ لطیفہ شدت سے یاد آتا ہے اور ساتھ ہی اس امریکی کا فقرہ بھی ذہن میں ہتھوڑے کی طرح ٹکرانے لگتا ہے جو اس نے ایمل کانسی کو پکڑ کر امریکہ کے حوالے کرنے کے بعد کہا تھا کہ "پاکستانی پیسے کے لیے کچھ بھی کر سکتے ہیں"۔ کرسٹینا لیمب، جس نے ملالہ کی باتیں سن کر یہ کتاب تحریر کی ہے، کو میں نے بلوچستان کے شہر پشین میں 1989ء میں ایک بلوچ سردار اور اس وقت کے وزیر کے ساتھ دیکھا تھا، جو اسے ہر پارٹی میں لئے پھرتا تھا۔

ملالہ کی یہ کہانی جو 276 صفحات پر مشتمل ہے، پڑھنے کی آپ کو شاید ضرورت نہ پڑے اگر گزشتہ بیس سالوں سے اسلام، مسلمانوں اور خصوصاً پاکستان پر جو الزامات لگائے جاتے ہیں، جس طرح اسلام، مسلمان اور پاکستان کو بدنام کیا جاتا ہے، وہ سب آپ کے علم میں ہو۔ یہ تمام الزامات اور پھر کتاب سے سولہ سالہ ملالہ کی کہانی کے اقتباسات سامنے رکھیں تو آپ کے ذہن میں یہ سوال ابھرے گا کہ اس کمسن بچی کے منہ میں میرے دین، مسلمان اور پاکستان کے لوگوں کے بارے میں ذلت آمیز لفظ کس نے ڈالے اور کس مقصد کے لیے ڈالے گئے؟ سب سے پہلے جس شخص کا تذکرہ ہے وہ سید الانبیاء ﷺ، امہات المومنین اور اہلِ بیت کے خلاف غلیظ الفاظ استعمال کرنے والا سلمان رشدی ہے، جو مغرب کی آنکھوں کا تارا ہے۔ اس کے بارے میں ملالہ لکھتی ہے: "پاکستان میں اس کتاب کے خلاف مضامین سب سے پہلے ایک ایسے مولوی نے لکھنے شروع کیے جو ایجنسیوں کے بہت نزدیک تھا۔" (صفحہ 30)۔ تاریخ کا یہ بدترین جھوٹ اس کے منہ میں کس نے ڈالا؟ اسے کس نے یہ لکھنے پر مجبور کیا کہ سلمان رشدی کو "آزادیٔ اظہار" کے تحت یہ پورا حق تھا؟ تاریخ کے یہ اندھے کیا اس قدر لاعلم ہیں کہ انہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ سلمان رشدی کی کتاب کے خلاف مظاہرے سب سے پہلے لندن اور یورپ کے شہروں میں شروع ہوئے تھے اور ایران کے روحانی پیشوا آیت اللہ خمینی نے تو اس کے قتل کا فتویٰ تک دے دیا تھا۔ لیکن ایجنسیوں کے ساتھ سید الانبیاء ﷺ کے عشق کو جوڑنے کی جسارت صرف ملالہ جیسی "سولہ سالہ معصوم" بچی ہی کر سکتی ہے۔

اس کے بعد ضیاء الحق کا ایک مضحکہ خیز قسم کا حلیہ بیان کیا گیا ہے اور ساتھ ہی وہ شور جو اس ملک میں مچایا جاتا ہے کہ "عورتوں کی زندگی ضیاء الحق کے زمانے میں بہت زیادہ محدود ہو گئی تھے" (صفحہ 24)۔ کوئی 1977ء سے 1988ء کے درمیانی عرصے میں ٹیلی کاسٹ ہونے والے پاکستان ٹیلی ویژن کے ڈراموں کی فہرست اٹھا لے تو اسے پتہ چلے گا کہ یہ پی ٹی وی اور ڈرامے کا سنہری ترین دور تھا۔ حسینہ معین، فاطمہ ثریا بجیا اور نو الہدیٰ شاہ اسی دور کی علامتیں ہیں۔ ایسے لگتا ہے کہ ان فقروں میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے جیسے تمام سکول یونیورسٹیاں، کالج بند کر دیے گئے تھے اور عورتیں پس دیوار قید ہو گئی تھیں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ بیکن ہاؤس، سٹی سکول، امریکن سکول، گرامر سکول وغیرہ سب ضیاء الحق کے دور میں کھلے اور اس ملک کے طول و عرض میں ان کی شاخیں کھولی گئیں۔ لیکن مغرب کو گالی دینے کے لیے ایسا

آدمی چاہیے ہوتا ہے جو نماز پڑھتا ہو یا اللہ کا نام لیتا ہو۔ مغل سارے ظالم تھے لیکن گالی اورنگزیب کو ہی دی جاتی ہے۔ یہ تصور اس پوری کتاب کے سبھی صفحات میں ملتا ہے اور تصور اس سولہ سالہ معصوم ملالہ کے ''عظیم'' دماغ کا مرہون منت ہے۔

پاکستان سے محبت کا عالم یہ ہے کہ ملالہ پاکستان کی پچاسویں سالگرہ کے دن چودہ اگست کی خوشی منانے سے اپنے والد کے انکار کو فخر سے بیان کرتی اور بتاتی ہے کہ اس کے والد اور اس کے دوستوں نے اس دن بازوؤں پر سیاہ پٹیاں باندھی تھیں (صفحہ 45)۔ پردے اور برقعے تو ایک معمول ہے، اس کا مذاق اڑاتے ہوئے ملالہ کہتی ہے کہ برقعہ ''گرمیوں میں ایک کیتلی کی طرح ہوتا ہے (صفحہ 51) ملا محمد عمر کا ذکر کرتے ہوئے اسے انتہائی تمسخر کے ساتھ (One Eyed Mullah) کہا گیا ہے۔ میں یہاں اس کا ترجمہ نہیں لکھنا چاہتا کہ میرے آباء واجداد، میرے مذہب اور میری اخلاقیات نے مجھے اس طرح کے تمسخر کی تعلیم ہی نہیں دی۔

اس کے بعد امریکہ کے صدر بش کی زبان اس لڑکی کے منہ میں ڈال دی گئی اور وہ صفحہ 71 پر لکھتی ہے ''ہر کوئی سمجھتا ہے کہ مشرف ڈبل کراس کر رہے تھے، امریکہ سے پیسے لیتے تھے اور جہادی لوگوں کی مدد بھی کرتے تھے۔ آئی ایس آئی انہیں سٹریٹیجک اثاثہ سمجھتی تھی''۔ امریکہ کی زبان بولتے ہوئے ملالہ کو ذرا شرم نہیں آئی کہ یہ وہی فوج ہے جس نے اس کے سوات کو بقول اس کے طالبان کے ''ظالمانہ شکنجے'' سے نکالا تھا، لیکن کیا کیا جائے اس ''سولہ سالہ معصوم'' ملالہ سے وہ سب کچھ کہلوانا مقصود تھا جو امریکہ اور اس کے حواری کہلوانا چاہتے ہیں۔

پاکستان اور اسلام کے ساتھ تمسخر کا وہی انداز ہے جو پوری مغربی دنیا اور اس کے سیکولر حواری اپنی گفتگو میں اپناتے ہیں۔ ملالہ نے اسلام کی ساری تعلیمات کو، جو ہماری نصابی کتب میں پڑھائی جاتی ہیں، ضیا الحق کی اختراع قرار دیا ہے۔ صفحہ 24 پر اس نے لکھا ہے کہ یہ سارا نصاب ضیاء الحق کے دور میں ہمیں یہ بتانے کے لیے ترتیب دیا گیا کہ پاکستان اسلام کا قلعہ ہے۔ ملالہ کو قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کا دکھ بھی بہت ہے کہ اس کے نزدیک یہ کام تو پارلیمنٹ کا تھا ہی نہیں۔ اس کے نزدیک بچوں کو یہ پڑھانا بھی غلط ہے کہ ہم ایک مضبوط قوم ہیں اور بھارت سے جنگ جیتنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اس کے مطابق انہیں اصل حقائق بتائے جانے چاہئیں کہ ہم جنگ ہارے بھی تھے۔ یہ تاریخی طور پر صحیح ہوگا لیکن کیا دنیا کے کسی ملک میں بچوں کو ایسا پڑھایا جاتا ہے؟ کیا امریکی بچے پڑھتے ہیں کہ ان کے آباء واجداد نے ریڈ انڈین کا قتل عام کیا تھا اور ان سے پچاس ہزار دفعہ معاہدے کیے اور توڑے تھے؟ ملالہ نے اپنے بچپن کا ہیرو سکندر اعظم بتایا ہے (صفحہ 20)۔ اس لیے کہ اس ''معصوم'' نے سکندر کا جو چہرہ انگریزی نصابی کتب میں پڑھا، وہ ایسا ہے کہ بچے مرعوب ہو جاتے ہیں۔ پورے مغرب میں بچوں کو کوئی نہیں پڑھاتا کہ سکندر وہ ظالم تھا جس نے تھیبس شہر کے تمام شہریوں حتیٰ کہ معصوم بچوں کو صرف اس لیے قتل کر دیا تھا کہ انہوں نے دیواروں پر اس کے خلاف نعرے لکھے تھے۔ اس نے دنیا میں پہلی دفعہ سفارت کاروں کو قتل کرنے کی رسم ڈالی تھی۔ اس نے ایران کے مشہور پارسی عبادت خانے پرسی پولس کو اس لیے تباہ کیا تھا کہ اس میں موجود خزانہ لوٹ سکے۔ لیکن ملالہ نے اپنے والد کے قائم کردہ سکول میں بچپن میں جو نصاب پڑھا تھا اس کے مطابق سکندر ایک ہیرو ہے۔

اپنے آباء واجداد کا تمسخر اڑانے کا درس صرف مسلمانوں کو دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اپنے بچوں کو حقائق بتاؤ، لیکن کوئی اس اصول کو اپنے ملک میں نافذ نہیں کرتا۔ یہ کتاب اب یورپ کی ہر دکان پر موجود ہے، امریکہ کے بازاروں میں اور پاکستان کے ہر انگریزی پڑھنے والے قاری کی دسترس میں ہے۔ لوگ یہ یقین کیے بیٹھے ہیں کہ ایک سولہ سالہ معصوم بچی کیسی عالمی سوچ اور خیالات رکھتی ہے۔ وہ تو وہی کہتی ہے جو پورا مغرب کہتا ہے۔ اسے بھی پاکستان، اسلام اور مسلمانوں میں وہی خرابیاں نظر آتی ہیں جو پورے مغرب کو نظر آتی ہیں۔ ایک معصوم بچی حالات وواقعات کا کس قدر ادراک رکھتی ہے۔ ایسی بچی کو تو آنکھوں کا تارا ہونا چاہیے۔ خاندان کے منہ پر کالک ملنے والی بچی قابل عزت اور گھر کے عیب کی پردہ پوشی کرنے والی فرسودہ، دقیانوس اور جاہل۔ یہ ہے میڈیا پر روز چیخنے چلانے اور اس ملک کی توہین کرنے والے لوگوں کا معیار۔ لیکن کیا کریں، یہ سب ہمارے اپنے ہیں ''ہم تو ان کو ڈھونڈتا ہے جو ان کو کھلاتے، پلاتے، اوڑھاتے اور زندگی کی آسائشیں فراہم کرتے ہیں۔''

(بشکریہ روزنامہ ''دنیا'' 21 اکتوبر 2013ء)

☆☆☆

آل پاکستان دینی مدارس

مقابلۂ مضمون نویسی

پاکستان بھر کے دینی مدارس کے طلبہ وطالبات کو دعوت دی جاتی ہے کہ وہ مضمون نویسی کے ایک مقابلے میں حصہ لیں جس کا موضوع ہے:

''مذہبی فرقہ واریت: اسباب، نقصانات اور اصلاحی تجاویز''

مضمون کا حجم 3000 الفاظ کے قریب ہو۔ مسودہ کمپوز شدہ ہونا چاہئے۔ سافٹ کاپی بھی ای میل کی جاسکتی ہے۔ مضمون وصولی کی آخری تاریخ 5 دسمبر 2013ء / یکم ربیع الاول 1435ھ ہے۔ کامیاب طلبہ کو مندرجہ ذیل انعامات دیئے جائیں گے:

☆ اول انعام: 10 ہزار روپے ☆ دوم انعام: 6 ہزار روپے

☆ سوم انعام: 4 ہزار روپے ☆ حوصلہ افزائی: سات انعامات

ادارے کی کمیٹی کا فیصلہ حتمی ہوگا۔ مضامین مندرجہ ذیل پتے پر ارسال کیے جائیں:

تحریکِ اصلاح تعلیم (ٹرسٹ)

132، نیلم بلاک، علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور 54700

ای میل ermpak@hotmail.com

نمازِ باجماعت کا باقاعدگی سے اہتمام کیجیے!

مرکزی ناظم تعلیم وتربیت انجینئر نوید احمد کا رفقائے تنظیم کے نام خط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نمازِ باجماعت کا باقاعدگی سے اہتمام

رفیقِ محترم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ .... مزاجِ گرامی!

میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ آپ کو صحت وسلامتی عطا فرمائے اور دنیا وآخرت کی نعمتوں سے سرفراز فرمائے۔ آمین!

اللہ رب العزت نے ہم پر بڑا احسان فرمایا کہ اپنے دین کا صحیح شعور وادراک عطا فرما کر ہمیں ایک دینی اجتماعیت کا حصہ بننے کی توفیق عطا فرمائی۔ ایک ایسی اجتماعیت جو اوّلاً پاکستان اور بالآخر پوری دنیا میں دین کو اُس کے صحیح تصور کے ساتھ غالب کرنے کا مشن لے کر اٹھی ہے۔ البتہ دین کے اِس غلبے کی جدوجہد کا آغاز ہماری اپنی ذات سے ہونا چاہیے۔ آپ اِس بات سے واقف ہوں گے کہ دین میں نماز کی باقاعدہ ادائی کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

((اَلصَّلَاۃُ عِمَادُ الدِّیْنِ فَمَنْ اَقَامَھَا فَقَدْ اَقَامَ الدِّیْنَ ، وَمَنْ ھَدَمَھَا فَقَدْ ھَدَمَ الدِّیْنَ))

(کشف الخفاللعجلونی)

''نماز دین کا ستون ہے۔ پس جس نے اِسے قائم کیا اُس نے دین کو قائم کیا اور جس نے اسے ڈھادیا گویا اس نے دین کو ڈھادیا۔''

قرآنِ حکیم میں بار بار نماز قائم کرنے یعنی باقاعدگی سے باجماعت نماز ادا کرنے کا حکم ہے۔ اِسی حوالے سے ارشادِ خداوندی ہے:

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ اِلٰی غَسَقِ الَّیْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْھُوْدًا (بنی اسرائیل: ۷۸)

''نماز قائم کرو زوالِ آفتاب سے لے کر رات کے اندھیرے تک اور فجر کے قرآن کا بھی اہتمام کرو کیونکہ قرآن فجر پر فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔''

اِس آیتِ مبارکہ میں زوالِ آفتاب سے لے کر رات کے اندھیرے تک جن نمازوں کی ادائی کا حکم ہے، اُن میں ظہر، عصر، مغرب اور عشاء شامل ہیں۔ البتہ فجر کی نماز کو خصوصی اہمیت اِس طرح دی گئی کہ اُس کا ذکر نام لے کر کیا گیا ہے۔ مفسرین نے اِس آیتِ مبارکہ کی وضاحت میں حضرت ابوہریرہ ؓ سے مروی ایک حدیثِ نبوی ﷺ نقل کی ہے:

((اَلْمَلَائِکَۃُ یَتَعَاقَبُوْنَ مَلَائِکَۃٌ بِاللَّیْلِ وَمَلَائِکَۃٌ بِالنَّھَارِ وَیَجْتَمِعُوْنَ فِیْ صَلَاۃِ الْفَجْرِ وَصَلَاۃِ الْعَصْرِ ثُمَّ یَعْرُجُ اِلَیْہِ الَّذِیْنَ بَاتُوْا فِیْکُمْ فَیَسْأَلُھُمْ وَھُوَ اَعْلَمُ فَیَقُوْلُ کَیْفَ تَرَکْتُمْ عِبَادِیْ فَیَقُوْلُوْنَ تَرَکْنَاھُمْ یُصَلُّوْنَ وَاَتَیْنَاھُمْ یُصَلُّوْنَ))(بخاری)

''رات اور دن میں فرشتے باری باری تمہارے درمیان آتے جاتے رہتے ہیں اور فجر اور عصر کی نمازوں میں اکٹھے ہوتے ہیں۔ پھر جنہوں نے تمہارے پاس رات گزاری تھی وہ آسمان کی طرف جاتے ہیں۔ تو اللہ اُن سے سوال کرتا ہے حالانکہ وہ اُن سے زیادہ جاننے والا ہے، تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ وہ کہتے ہیں جب ہم اُن کے ہاں گئے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے اور جب ہم اُن کے ہاں سے آئے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے۔''

رفیقِ محترم! ذرا غور فرمایئے، اِس حدیثِ مبارکہ کے مطابق اگر تنظیم اسلامی کا رفیق فجر اور عصر کا اہتمام نہ کرتا ہو تو فرشتے اللہ رب العزت کے حضور پیش ہو کر ہمارے متعلق کیا خبر دیں گے؟ کہ وہ سپاہی جو تیرے دین کے غلبے کی جنگ لڑنے کا عزم رکھتا ہے تیری یاد سے غافل ہے۔ العیاذ باللہ!

اِس حدیثِ مبارکہ میں فجر اور عصر دونوں نمازوں کی باجماعت ادائی کے لیے ترغیب وتشویق ہے۔ بعض ارشاداتِ نبوی ﷺ میں عشاء اور فجر کی نماز کا ایک ساتھ ذکر ہے:

((لَیْسَ صَلَاۃٌ اَثْقَلَ عَلَی الْمُنَافِقِیْنَ مِنَ الْفَجْرِ وَالْعِشَاءِ، وَلَوْ یَعْلَمُوْنَ مَا فِیْھِمَا لَاَتَوْھُمَا وَلَوْ حَبْوًا))(بخاری)

''منافقوں پر صبح اور عشاء سے بڑھ کر کوئی نماز بھاری نہیں۔ اگر وہ جان لیں کہ اِن میں کیا ثواب ہے وہ ضرور آئیں اگرچہ گھسٹ کر آنا پڑے۔''

((مَنْ صَلَّی الْعِشَاءَ فِیْ جَمَاعَۃٍ فَکَاَنَّمَا قَامَ نِصْفَ اللَّیْلِ، وَمَنْ صَلَّی الصُّبْحَ فِیْ جَمَاعَۃٍ فَکَاَنَّمَا صَلَّی اللَّیْلَ کُلَّہٗ))(مسلم)

''جس شخص نے عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی گویا اُس نے آدھی رات قیام کیا۔ جس نے صبح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی اُس نے ساری رات قیام کیا۔''

رفیقِ مکرم! بار بار رفقاء کی رپورٹس پڑھتے ہوئے اِس بات کا احساس ہوا کہ نمازوں کی ادائی اور خاص طور پر نمازِ فجر کی باجماعت ادائی میں کچھ غفلت پائی جاتی ہے۔ الا ماشاء اللہ! خیال آیا کہ اِس حوالے سے خصوصی اصلاحی کوشش کی جائے اور وہ ساتھی جو اِس مسئلے میں غفلت وتساہل کا شکار ہیں اُن کے لئے اصلاح ونصیحت کی کوئی سبیل پیدا ہو جائے۔ فجر کی نماز کے حوالے سے حضرت جندب بن سفیان ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ صَلّٰی صَلَاۃَ الصُّبْحِ فَھُوَ فِیْ ذِمَّۃِ اللّٰہِ فَلَا یَطْلُبَنَّکُمُ اللّٰہُ مِنْ ذِمَّتِہٖ بِشَیْءٍ))(مسلم)

''جس نے صبح کی نماز پڑھی وہ اللہ کی ضمانت میں ہے۔ (غور کرو کہ) اللہ تعالیٰ اپنی ضمانت کے بدلے تم سے کوئی چیز طلب نہیں فرماتا۔''

اِس حدیثِ مبارکہ کی شرح کرتے ہوئے عرب عالمِ دین ڈاکٹر علی بن عمر لکھتے ہیں: ''کیا یہ معقول بات ہے کہ محض مزید کچھ راحت حاصل کرنے کے لئے یا تھوڑی سی مشقت سے بچنے کے لیے تم سستی وکاہلی کا مظاہرہ کرو اور اپنے نفس کے آگے ہتھیار ڈال دو؟ کیا تم اِس پر راضی ہو کہ تمہارا شمار غافلوں میں ہو؟ یا کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ تمہارا شمار محرومین میں کیا جائے؟ کیا تمہیں نمازِ فجر ترک کرنے یا اِسے مؤخر کرنے کے اثرات نظر نہیں آتے؟ کیا تمہیں برکت کا ناپید ہو جانا، نفس کی خباثت میں مبتلا ہو جانے اور بدن کی سستی وکاہلی نظر نہیں آتی؟

اے سونے والے! تم اُس وقت کہاں ہوتے ہو جب اذان کی آواز سکوتِ شب کو کلمۂ توحید اور فلاح کی طرف

دعوت کے ساتھ شق کر رہی ہوتی ہے؟ تم اُس وقت کہاں ہوتے ہو جب قرآنِ فجر کی مسحور کن آیات زمانے کے کانوں میں رس گھول رہی ہوتی ہیں؟ تم ہزاروں کی تعداد پر مشتمل فرشتوں کی فوج سے کتنا دور ہوتے ہو جب وہ آسمان سے اتر رہے ہوتے ہیں اور آسمان کی طرف چڑھ رہے ہوتے ہیں اور تم اُن کی نگاہوں میں کتنے گرے ہوئے ہوتے ہو؟ کیا یہ سب کچھ تمہیں بیدار نہیں کرتا اور تمہارے شعور کو جھنجوڑتا نہیں کہ تم بستر چھوڑ دو، اپنی خواب گاہ سے الگ ہو جاؤ اور نماز کی طرف چل دو، فلاح کی طرف قدم بڑھاؤ، ذاکرین میں تمہارا نام لکھا جائے؟ عابدین میں تم شمار کیے جاؤ اور مبارک باد وصول کرو اور تحفوں میں حصہ پاؤ؟

میں تمہارے اندر ایمان باللہ سے مخاطب ہوں! جس کا مستقر تمہارا قلب ہے، جو تمہارا رفیقِ روح ہے۔ میں تمہارے اندر محمد مصطفیٰ ﷺ پر ایمان سے مخاطب ہوں جن کی محبت سے تمہارا دل معمور ہے اور تمہاری زبان آپ ﷺ پر صلوٰۃ وسلام کے ساتھ متحرک ہوتی ہے۔ میں تمہیں اُس خیر کی طرف دعوت دیتا ہوں جو تمہیں محبوب ہے اور اُس اجر کی طرف بلاتا ہوں جس کی تمہیں تلاش ہے۔ پس غافلوں میں نہ ہو!'' (فجر کے خزانے از ڈاکٹر علی بن عمر، شائع کردہ ادارہ منشورات)

رفیقِ محترم! اجتماعیت کے بے شمار فوائد میں سے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اپنی دینی اعتبار سے اصلاح اور ترقی کے لئے مستقل ترغیب وتشویق کا اہتمام ہوتا رہتا ہے۔ اگر سستی وکاہلی یا غفلت ونسیان حملہ آور ہوتے ہیں تو ہم مقصد ساتھی ہمت بندھا کر بہتری اور رضائے الٰہی کی طرف رہنمائی کر دیتے ہیں۔ اسی مقصد کے تحت یہ خط تحریر کیا جا رہا ہے تاکہ آئندہ باجماعت نماز بالخصوص فجر کی باجماعت نماز کا باقاعدہ اہتمام اور بھی زیادہ مستعدی کے ساتھ کیا جائے اور اگر خدانخواستہ ہم اس معاملے میں تساہل کا شکار ہیں تو اسے فوراً دور کیا جا سکے۔

اللہ رب العزت ہمیں اپنی اصلاح کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری خطاؤں سے درگزر فرمائے۔ آمین!

والسلام مع الاکرام

خیر اندیش

نوید احمد

مرکزی ناظم تعلیم وتربیت

تنظیم اسلامی پاکستان

سزائے موت پر پابندی

شریعت کی نظر میں

جمیل الرحمٰن عباسی

سزائے موت (Capital punishment) کسی بھی شخص پر عدالتی طور پر سنگین جرم ثابت ہونے پر دی جانے والی ہلاکت یا قتل کی سزا ہے۔ سزائے موت ماضی میں تقریباً ہر معاشرے میں رائج رہی ہے۔ اس وقت بھی امریکہ، چین، بھارت اور پاکستان سمیت 58 ممالک میں سزائے موت کو قانونی حیثیت حاصل ہے۔ پاکستان میں سزائے موت رائج ہے، البتہ پاکستان میں پچھلے کئی سال میں صرف ایک مجرم کو موت کی سزا دی گئی۔ ملک میں تقریباً سات ہزار سے زائد قیدی ایسے ہیں جن کو موت کی سزائیں سنائی جا چکی ہیں۔ ان میں سے سینکڑوں تعداد ان مجرموں کی ہے جنھیں پھانسی دینے کا تمام قانونی عمل مکمل ہو چکا ہے۔ سابق دورِ حکومت میں سزائے موت کے قانون کو غیر مؤثر بنانے کے لیے وزارت داخلہ ہر تین ماہ بعد صدرِ مملکت کو تجویز بھیجتی تھی کہ سزائے موت پر عمل درآمد روک دیا جائے، جس کے بعد بیرونی دباؤ پر صدر مملکت ہر تین ماہ بعد ایک آرڈی نینس جاری کر دیتے تھے، جس سے سزائے موت پر عمل درآمد روک دیا جاتا تھا۔ جب پیپلز پارٹی کی حکومت ختم ہوئی تو مسلم لیگ کی حکومت بنگئی۔ وزیر اعظم نواز شریف اور وزارت داخلہ نے ابتدائی طور پر یہ بیان دیا تھا کہ حکومت موت کی سزا پانے والے مجرموں کی سزا پر عملدرآمد کرے گی۔ اسی دوران صدر زرداری نے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا کہ میرے دورِ صدارت میں کسی کو پھانسی نہ دی جائے۔ وزیر اعظم نے ان کی خواہش کے احترام کا عندیہ دیا۔ دوسری طرف پاکستان میں یورپی یونین کے سفیر لارس ویگے مارک نے یورپی یونین کی طرف سے متوقع طور پر ملنے والی تجارتی مراعات کو پاکستان میں پھانسی کی سزا پر عملدرآمد روکنے سے مشروط کر دیا۔ ساتھ ہی یورپی یونین کی نائب صدر ایشٹن نے یہ بیان جاری کیا کہ موت کی سزا ایک ظالمانہ اور غیر انسانی فعل ہے جس سے جرائم کو روکنے میں مدد نہیں ملتی۔ لہٰذا یورپی یونین کے قوانین کے تحت پھانسی کی سزا پر عملدرآمد روکا جائے۔ اس کے فوراً بعد یورپی یونین میں انسانی حقوق کی کمیٹی کی سربراہ اینا گومز نے بھی حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا کہ وہ سزائے موت کے قیدیوں کو پھانسی دینے پر عملدرآمد نہ کرے۔ وزیر اعلیٰ سندھ قائم علی شاہ اور گورنر پنجاب چودھری سرور کی کوششوں اور یورپی یونین کے دباؤ کے زیر اثر موجودہ وزیر اعظم میاں نواز شریف نے موت کی سزا پر عملدرآمد روکنے کے احکامات جاری کر دیے حالانکہ نبی اکرم ﷺ کا واضح فرمان ہے کہ حدود قائم کرنے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا مت کرو۔'' (ابن ماجہ)

بلاشبہ اسلام انسانی جان کا احترام سکھاتا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے ''جس نے کسی انسان کو جان کے بدلے یا زمین میں فساد کی سزا کے بغیر (ناحق) طور پر قتل کیا اس نے گویا تمام انسانیت کو قتل کر دیا۔'' (المائدۃ:32) فرمان رسول ﷺ کے مطابق سب سے بڑے کبیرہ گناہوں میں سے ایک گناہ کسی جان کو قتل کرنا بھی ہے۔'' (صحیح بخاری) لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ انسانی جان کی اس حرمت کے باوجود بعض جرائم کی سزا کے طور پر انسانی جان لی جا سکتی ہے۔ اللہ کا فرمان ہے:

''اور مت قتل کرو اُس جان کو جسے اللہ نے محترم قرار دیا ہے مگر حق کے ساتھ۔'' (بنی اسرائیل:33)

گویا حق یعنی کسی شرعی قانون کے تحت کسی کی جان لی بھی جا سکتی ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے:

''کسی کلمہ گو مسلمان کا خون کرنا جائز نہیں ہے مگر تین صورتوں میں قتل کرنا جائز ہے، ایک قتل کے بدلے میں کسی کو قتل کرنا، شادی شدہ زانی اور دین سے نکل جانے والے مرتد کو قتل کرنا'' (صحیح بخاری)

اسی طرح اسلامی قانون کی رو سے فساد فی الارض اور توہین رسالت کی سزا بھی موت ہی ہے۔ قصاص یعنی قتل کی پاداش میں قاتل کو موت کی سزا سے دوچار کرنا اللہ تعالیٰ کا ایک اہم حکم ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اے ایمان والو! فرض کر دیا گیا ہے تم پر قصاص لینا (ناحق) مقتولوں کا۔'' (البقرۃ:178)

اور فرمایا:

''ہم نے ان پر یہی فرض کیا تھا کہ جان لینے کا بدلہ جان لینا ہی ہے۔'' (المائدہ 44)

انسانی معاشرے کی بقا قصاص ہی سے ممکن ہے، کیونکہ اگر قاتل کو اپنے جرم کی سزا نہ ملے تو دوسرے لوگ بھی قتل کرنے کو معمولی جرم سمجھ لیتے ہیں۔ اس طرح معاشرہ قتل و غارتگری کا نمونہ بن جاتا ہے۔ اور اگر قاتل کو سرعام موت کی سزا دی جائے تو باقی لوگوں کو عبرت حاصل ہوتی ہے اور وہ قتل جیسے سنگین جرم کے ارتکاب سے باز رہتے ہیں۔ اس طرح معاشرہ تباہی سے بچ جاتا ہے۔

ارشاد باری ہے:

''اور قصاص میں تمہارے لیے زندگی ہے۔ اے عقل رکھنے والو، تاکہ تم بچ سکو'' (البقرۃ:179)

شریعت کی رو سے حکمران کو یہ اختیار نہیں کہ جرم ثابت ہو جانے کے بعد کسی کی سزا کو روکے۔ فرمان نبوی ہے:

''حکمران کے سامنے جب کسی حد کا معاملہ آئے تو حد قائم کرنے کے علاوہ اسے کسی چیز کا اختیار نہیں ہے۔'' (مسند احمد)

اللہ کے قانون میں یہ تبدیلی یورپی یونین سے تجارتی مراعات حاصل کرنے کے لیے کی جا رہی ہے کہ اس سے ملک میں خوشحالی آئے گی لیکن یہ خام خیالی ہے۔ خوشحالی اللہ کی حدود کو توڑ کر نہیں بلکہ حدود اللہ کے نفاذ میں ہے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی حدود میں سے ایک حد کو قائم کرنا اللہ کے ملکوں میں چالیس راتوں کی بارش سے زیادہ فائدہ مند ہے۔'' (سنن ابن ماجہ)

ہماری غربت و افلاس کی وجہ یورپی یونین یا آئی ایم ایف کی مراعات کا نہ ملنا نہیں بلکہ اللہ کی شریعت سے منہ موڑنا ہے۔ آپؐ نے فرمایا:

''جو قوم اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت کے مطابق فیصلے نہ کرے اللہ تعالیٰ ان کے درمیان غربت و افلاس عام کر دیتا ہے'' (المعجم الکبیر)۔

یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ پاکستان میں مسلمان کا خون پانی کی طرح سستا ہے۔ ایک تحقیق کی مطابق سال رواں کے پہلے چھ ماہ میں 694 افراد قتل ہو چکے ہیں، جبکہ فرمان رسولؐ ہے کہ:

''ساری دنیا کا تباہ ہو جانا اللہ کے نزدیک بندہ مسلم کے قتل سے ہلکا ہے۔'' (سنن ترمذی)

کتنے افسوس کی بات ہے گزشتہ پانچ سالوں کے دوران پاکستان میں ہزاروں بے گناہ مسلمان قتل کیے گئے ہیں لیکن ان کے کسی ایک قاتل کو بھی موت کی سزا نہیں دی گئی۔ سزائے موت کو معطل کرنے کے ناحق و باطل فیصلے ہی کی وجہ سے ہمارے ملک میں خونریزی بڑھتی جا رہی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''جب کوئی قوم ناحق فیصلے کرتی ہے تو اُس میں خونریزی پھیل جاتی ہے۔'' (موطا امام مالک)

آپ نے فرمایا:

''جب مسلمان امت کے حاکم اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق فیصلے نہ کریں تو اللہ تعالیٰ ان کے درمیان لڑائی ڈال دیتے ہیں'' (مستدرک حاکم)۔

سزائے موت کو معطل کرنے کی کوشش میں شریک سب لوگ سخت گناہگار ہیں۔ حدیث شریف ہے کہ:

''جو اپنی سفارش سے اللہ کی حدود میں سے کسی حد کے نفاذ میں حائل ہوا اس نے اللہ سے مخالفت و لڑائی مول لی۔''

(سنن ابی داؤد)

حقیقت یہ ہے کہ ہمارے حکمرانوں نے موت کی سزا معطل کر کے اللہ کا غضب مول لیا ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ:

''اللہ نے لعنت کی اس شخص پر جو اللہ کی قائم کردہ حدود میں تبدیلی کرے۔'' (الجامع لابن وہب)

حضرت زبیر ابن العوامؓ فرماتے ہیں

''جب حدود کا معاملہ حکمران تک جا پہنچا تو معافی کی سفارش کرنے والے اور کروانے والے دونوں پر اللہ کی لعنت ہے۔'' (موطا امام مالک)

حیرت ہے کہ ہمارے موجودہ حکمران دینداری کی شہرت رکھتے ہیں، لیکن اس کے باوجود شریعت نافذ نہیں کر رہے۔ انہیں نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان یاد رکھنا چاہیے کہ:

'' اللہ ایسے حکمران کی نماز تک قبول نہیں کرتا جو اللہ کی نازل کردہ شریعت کے مطابق فیصلے نہ کرے۔''

(مستدرک حاکم)

حدود و قصاص اور سزائے موت اللہ کی کتاب کا واضح حکم اور نبی اکرم ﷺ کی مستقل سنت ہے، اور انہیں معطل کرنا گویا کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کو معطل کرنا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''جب کسی قوم کے حکمران اللہ کی کتاب اور نبی کی سنت کو معطل کر دیتے ہیں تو اللہ ان کے درمیان خانہ جنگی برپا کر دیتا ہے۔،، (شعب الایمان)

اللہ نے اہل ایمان کی یہ صفت بیان کی ہے کہ وہ اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے ہوتے ہیں۔ پس ہمیں چاہیے کہ دامے درمے سخنے حکومت کے اس خلاف اسلام فیصلے پر آواز بلند کریں اور انہیں اس جرم عظیم سے باز رکھنے کی کوشش کریں۔ اِسی میں ہمارے معاشرے اور حکومت دونوں کی بہتری ہے۔

دعائے مغفرت

☆ مقامی تنظیم پتوکی کے ایک رفیق ثناء اللہ کے چچا جان اور بہنوئی وفات پا گئے۔

☆ حلقہ جنوبی پنجاب کی تنظیم ممتاز آباد کے رفیق شوکت حسین انصاری کی نانی اماں بقضائے الٰہی وفات پا گئیں۔

☆ حلقہ جنوبی پنجاب کی تنظیم بہاول پور کے رفیق محمد اقبال کی والدہ محترمہ بقضائے الٰہی وفات پا گئیں۔

☆ تنظیم اسلامی سوسائٹی کراچی کے رفیق یاسین صدیق کی ہمشیرہ کا انتقال ہو گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ مرحومین و مرحومات کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ (آمین) قارئین اور رفقائے تنظیم سے بھی مرحومین کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِکَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں مقیم اردو سپیکنگ فیملی کو اپنے بیٹے عمر 24 سال، قد 5.8، تعلیم حافظ قرآن و میٹرک، برسرِ روزگار کے لیے نیک سیرت، دین دار اور سلیقہ شعار پڑھی لکھی لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0321-4929671

دعائے صحت کی اپیل

تنظیم اسلامی ممتاز آباد (حلقہ جنوبی پنجاب) کے ایک نقیب اُسرہ محمد افضل حق کے بھائی جگر کی بیماری میں مبتلا ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں شفائے کاملہ عاجلہ عطا فرمائے۔ (آمین) قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے صحت کی اپیل ہے۔

ملی مجلس شرعی کے اجلاس کی روداد

ملی مجلس شرعی کا اجلاس 22 ستمبر 2013ء کو بعد از نماز مغرب جامعۃ الخیر جوہر ٹاؤن لاہور میں ہوا۔ صدر مجلس مولانا مفتی محمد خان قادری صاحب بیماری کی وجہ سے تشریف نہ لا سکے لہٰذا اجلاس کی صدارت علامہ احمد علی قصوری صاحب نے فرمائی۔ شرکاء میں حافظ عاکف سعید صاحب (امیر تنظیم اسلامی، پاکستان) سابق جسٹس نذیر احمد غازی، حافظ ساجد انور (ڈپٹی سیکرٹری جنرل جماعت اسلامی، پاکستان)، سید عبدالوحید شاہ اور قاری احمد وقاص صاحب (جماعت الدعوۃ)، مولانا سید محمد توقیر و علامہ فخر ساجدی صاحب (جامعہ عروۃ الوثقیٰ)، مولانا محمد وسیم خان اور حافظ محمد نعمان حامد (جامعۃ الخیر، لاہور) اور ڈاکٹر محمد امین شامل تھے۔

ایجنڈا کی مختلف شقوں پر غور و فکر کے بعد مندرجہ ذیل فیصلے متفقہ طور پر کیے گئے:

توہین رسالت اور اسلامی نظریاتی کونسل

اخبارات میں یہ خبریں آنے کے بعد کہ اسلامی نظریاتی کونسل نے حکومت پاکستان سے سفارش کی ہے کہ جس آدمی کے خلاف یہ ثابت ہو جائے کہ اس نے توہین رسالت کا جھوٹا مقدمہ دائر کیا تھا اسے بھی سزائے موت دی جائے، پر ارکان نے اپنے غم و غصہ کا اظہار کیا۔ لیکن دریں اثناء اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن مولانا قاری محمد حنیف جالندھری صاحب سے فون پر رابطہ کیا گیا تو انہوں نے بتایا کہ کونسل نے ایسی کوئی سفارش منظور نہیں کی۔ البتہ اس موضوع کی ایک قرارداد وہاں ان کی غیر موجودگی میں پیش ضرور کی گئی تھی جس کی علم ہونے پر انہوں نے اس کی شدید مخالفت کی۔ چنانچہ بات وہیں ختم ہو گئی۔

ارکان نے اس تاثر کا اظہار کیا کہ اسلام دشمن قوتیں، قادیانی اور سیکولر عناصر قانون توہین رسالت کو غیر مؤثر کرنے کے لیے اس طرح کی حرکتیں کر رہے ہیں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ تعزیرات پاکستان میں دفعہ 194 کی صورت میں یہ قانونی حکم پہلے سے موجود ہے کہ اگر کوئی شخص ایسا جھوٹا مقدمہ عدالت میں دائر کرے جس کی سزا عمر قید یا موت ہو اور عدالت میں مدعی کا جھوٹا ہونا ثابت ہو جائے تو مدعی کو عمر قید کی سزا دی جا سکتی ہے۔ اور اگر کسی جھوٹے مقدمے کی وجہ سے مدعا علیہ کو سزائے موت دی جائے تو مدعی کو اس کی پاداش میں سزائے موت دی جا سکتی ہے۔ لہٰذا دفعہ 194 کے موجود ہوتے ہوئے کسی نئے قانون کی ضرورت ہی نہیں۔ ارکان نے ان لوگوں کی مذمت کی جو قانون توہین رسالت کو غیر مؤثر بنانے کے لیے اس قسم کے شوشے چھوڑ رہے ہیں۔

ارکان نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ اسلامی نظریاتی کونسل کی تنظیم نو کی جائے اور اس میں مختلف دینی مکاتب فکر کے صرف ایسے ثقہ اور جید علمائے کرام اور اسلامی اسکالرز کو شامل کیا جائے جن کے رسوخ فی العلم اور اخلاق پر عوام کو اعتماد ہو۔

قتل عمد میں دیت کی ادائیگی

ارکان نے کہا کہ قتل عمد میں دیت کی گنجائش تو قرآن حکیم میں موجود ہے لیکن اگر عدالت محسوس کرے کہ مقتول کے ورثاء پر دباؤ ڈال کر ان سے باکراہ صلح کروائی گئی ہے یا انہیں دیت لینے پر مجبور کیا گیا ہے تو عدالت اس طرح کے صلح نامے کو مسترد کر سکتی ہے۔ دوسری بات یہ کہ مقتول کے ورثاء کے معاف کرنے کے باوجود عدالت اس قتل کو ریاست اور معاشرے کے خلاف جرم قرار دیتے ہوئے اگر ملزم کو خواہ مقتول کے ورثاء اُسے معاف بھی کر دیں تعزیرات پاکستان کی دفعہ 311 کے تحت 14 سال تک سزا دی جا سکتی ہے۔ اور اگر ملزم کا کیس فساد فی الارض کے زمرہ میں آتا ہو تو اسی دفعہ کے تحت ملزم کو سزائے موت بھی دی جا سکتی ہے۔ اسی طرح اگر کسی مقدمہ میں دہشت گردی ایکٹ کی دفعہ 7 کے تحت مقدمہ درج ہو تو پھر ورثاء مقتول کی معافی کے باوجود ملزم کو سزائے موت یا عمر قید کی سزا دی جا سکتی ہے۔

ارکان نے شاہ زیب کیس میں میڈیا اور عوام کے اس مطالبہ کی حمایت کی کہ قاتلوں کے تمرد اور دباؤ کے پیش نظر مقتول کے ورثاء کی طرف سے صلح نامہ کی درخواست نامنظور کر دی جائے اور مجرموں کو سخت سزا دی جائے تاکہ دوسرے لوگ اس سے عبرت پکڑیں۔

بچوں پر جنسی تشدد

ارکان نے لاہور میں پانچ سالہ بچی پر جنسی تشدد کے واقعہ کی سخت مذمت کی اور حکومت سے مطالبہ کیا کہ مجرموں کو فی الفور گرفتار کیا جائے۔ ایسے مجرموں کے خلاف 15 دن کے اندر اندر فیصلہ کیا جائے اور مجرموں کو عبرت ناک سزا دی جائے۔ جب تعزیرات پاکستان کی دفعہ 376 اور دہشت گردی کے قانون کے تحت عمر قید اور سزائے موت کی گنجائش موجود ہے تو ایسے مجرموں کو فی الفور سخت سزا دی جائے تاکہ عوام کا عدل و انصاف پر اعتماد بحال ہو اور بدفطرت لوگوں کی حوصلہ شکنی ہو۔

ارکان مجلس نے الیکٹرانک میڈیا کے رویے کی سخت مذمت کی جو عریانی اور فحاشی کو فروغ دینے میں پیش پیش ہے اور جب کوئی ایسا ناخوشگوار واقعہ پیش آ جائے تو اسے مرچ مصالحہ لگا کر بار بار پیش کرتا ہے جس سے فحاشی کی مزید اشاعت ہوتی ہے۔ ارکان نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ نیٹ کیفے، جوس کارنرز، شیشہ ریسٹورنٹس، مساج سینٹر اور مخلوط تعلیم پر پابندی لگائے اور میڈیا اور تعلیمی نظام کو اسلامی تعلیمات کے مطابق ڈھالے اور عدالتی نظام کو فعال بنائے۔

ارکان نے علمائے کرام سے اپیل کی کہ وہ جمعہ کے خطبات اور مواعظ کے ذریعے لوگوں کی تربیت کریں اور اس بڑھتے ہوئے معاشرتی بگاڑ کے خلاف بند باندھنے کی کوشش کریں تاکہ ایسے واقعات رونما ہی نہ ہوں۔

ڈی این اے کی حیثیت

علمائے کرام نے ڈی این اے ٹیسٹ کی خامیوں کی بناء پر اسے قرائن پر مبنی اور تائیدی شہادت قرار دیا اور ان سیکولر دانشوروں کی مذمت کی جو اسلامی قانون کی حکمتوں کو سمجھے بغیر مغرب کے سیکولر اور لبرل نظریات کی تائید کرتے ہوئے زنا بالرضاء کو ہلکا قرار دیتے ہیں اور صرف زنا بالجبر کی مذمت کرتے ہیں۔ ایک طرف وہ اسلام کی سخت سزاؤں پر تنقید کرتے ہیں اور جب دوسری طرف اسلام سخت سزا دینے سے پہلے اثبات جرم کے لیے سخت ضابطے بناتا ہے تو پھر اس پر بھی تنقید کرتے ہیں حالانکہ مغرب کا نظام عقوبات خود امریکہ اور یورپ میں ناکام ہو چکا ہے اور اس کے برے اثرات نے وہاں کی معاشرتی زندگی اور خاندانی نظام کو تباہ کر دیا ہے۔ لہٰذا مسلم معاشرے کو اس کی پیروی کی دعوت دینا ذہنی غلامی کے سوا کچھ بھی نہیں۔ (باقی صفحہ 9 پر)

انصاف کا راستہ

ایک مخلص پاکستانی مسلمان کے سچے احساسات اور اصلاحِ احوال کے لئے چند عملی تجاویز پر مبنی ایک لائق مطالعہ تحریر!

بلال خان

کسی بھی قوم کی فلاح صرف اور صرف عدل وانصاف کے راستے سے ممکن ہے۔ اور عدل کے قیام کے لئے حق بات کہنے اور سننے کا حوصلہ ہونا بے حد ضروری ہے۔ وہ قومیں بالآخر تباہی اور بربادی کا شکار ہو جایا کرتی ہیں جہاں مکر، فریب، دھوکے اور جھوٹ کا راج ہو۔ ایک مسلمان کے لئے نہ صرف عدل کا قیام معاشرے کی بقا کا مسئلہ ہے بلکہ یہ اس کے ایمان کا بھی تقاضا ہے۔ حق کی جستجو کرنا، حق بات کہنا، حق بات سننا، اور حق کے لئے کھڑے ہونا قرآن مجید کی تعلیمات کی رو ایک مسلمان کی ذمہ داری ہے اور وہ اس کے لئے جواب دہ ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ کفر کا نظام تو چل سکتا ہے مگر ظلم کا نظام نہیں چل سکتا۔ یہ بات کفر کی تاریخ سے واضح ہے کہ کفریہ طاقتوں نے بڑی بڑی سلطنتیں قائم کی ہیں اور آج بھی دنیا میں کفر کے نظام کا غلبہ ہے۔ ایک مسلمان کی دینی ذمہ داریوں میں ایک بہت بڑی ذمہ داری اسلام کے نظامِ عدل کے قیام کی جدوجہد ہے۔ حکومت اور عدالت کے قوانین کا اختیار اللہ کے سوا کسی اور کو دینا توحید کے عقیدے کی صریح خلاف ورزی ہے۔ اور اسی مسئلہ توحید سے کفر کے نظام اور اللہ کے نظام کے مابین کشمکش شروع ہوتی ہے۔ عقیدۂ توحید اللہ کی حاکمیتِ اعلیٰ کا تصور دیتا ہے۔ اسی عقیدے کے باعث اسلام کے ریاستی نظام کا تصور مغربی جمہوریت کے تصور سے متصادم ہے۔

مغربی جمہوریت کی جڑ بنیاد سیکولرازم ہے جو مذہب کو عبادت گاہ میں بند کر دیتا ہے۔ مغربی سیکولرازم کے لئے یہ بات ناقابل قبول ہے کہ اللہ کی بندگی کے تصور کو مسجد تک محدود کرنے کی بجائے پوری زندگی اور اس کے ہر ہر گوشے تک پھیلا دیا جائے۔ آج نظر اٹھا کر دیکھئے، پورے عالمِ اسلام میں اسی تصور کے حق میں یا خلاف جدوجہد جاری ہے۔ اور اسی کو بنیاد بنا کر، ہمیں مغربی جمہوریت کے ''آداب'' سکھانے کی غرض سے، امریکہ اور اس کے دیگر حواری آج ہم پر حملہ آور ہیں۔ حیرت ہے کہ ہم ابھی تک اسی کشمکش و پیچ میں ہیں کہ حملہ اسلام پر ہے یا نہیں؟ سوال یہ ہے کہ اگر حملہ اسلام پر نہیں ہے تو اسلام، اس کے شعائر، اس کے عقائد، مقدس شخصیات، اور مقدس مقامات کے خلاف اتنے زہریلے اقدامات کیوں جا رہے ہیں؟ تمسخر کا نشانہ نبیؐ برحق کی ذات ہی کو کیوں بنایا جا رہا ہے؟ گوانتاناموجیل میں قرآن کے نسخے ہی گٹر میں کیوں بہائے جاتے ہیں؟ مسلمان عورت کے پردے سے اتنی تکلیف کیوں ہے؟ اسلام کے نام لیوا ووٹ ڈالیں یا بندوق اٹھائیں آخر مغرب کو بخار کیوں چڑھ جاتا ہے؟ اتنی نفرت، اتنا خوف؟ اور کیا کیا گنوایا جائے، یہ ایک انتہائی تکلیف دہ داستان ہے۔ صرف گزشتہ سو سال کی تاریخ دل پر ہاتھ رکھ کر پڑھیں، معلوم ہو جائے گا کہ حملہ ہم نے ان پر کیا یا انہوں نے ہم پر؟ یہ خوف دراصل ظلم کے نظام کو انصاف کے نظام سے ہے۔ کتنا طاقتور، کتنا برحق ہے وہ دین جس کے خلاف آج ساری دنیا کمربستہ ہے۔ یہ اسلام اور غیر اسلام کا فیصلہ کن معرکہ ہے، یہ بازی حق کی بازی ہے، اور جیت صرف حق کی ہوگی۔

ہماری قوم کے بہت سے مسائل ہیں، لیکن ہمارا بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ ہم حق بات کہنے اور سننے کے روادار نہیں۔ ہم لوگ تحقیق اور علم کے نام سے بھی بھاگتے ہیں۔ اور جس چیز کا نام ہم نے علم رکھا ہے وہ یا تو غیر ضروری معلومات کا ڈھیر ہے، یا پیسہ کمانے کی دوڑ میں شامل ہونے کے ہنر۔ بدقسمتی سے ہماری معاشرتی و سیاسی سوچ اور اب تو دینی عقائد کا بھی ذریعہ اور راہبر میڈیا ہے، جس میں ٹی وی سرفہرست ہے۔ ہم لوگ ایک لمحے کے لئے بھی یہ نہیں سوچتے کہ ٹی وی چینلز اور دیگر میڈیا دراصل کاروبار ہے۔ اور ہر کاروبار کی طرح میڈیا کا جھکاؤ بھی منافع کی طرف ہوتا ہے۔ میڈیا فی سبیل اللہ خدمت قوم یا خدمتِ دین کے جذبے سے سرشار نہیں ہے۔ کتنی بدقسمتی ہے وہ قوم جو ٹی وی اینکروں اور تجزیہ کاروں کو انڈین ایجنٹ قرار دینے میں ذرا بخل کا مظاہرہ نہیں کرتی، مگر پھر بھی انڈین پروگرام، ڈرامے اور فلمیں انتہائی رغبت سے دیکھتی ہے۔ ایک طرف ہندوستان کا پاکستان کے خلاف پراپیگنڈا ہے تو دوسری جانب ہمارا یہ حال ہے کہ جب گزشتہ ماہ آئے روز ہندوستانی فوجی ہمارے علاقے میں گولہ باری کر کے ہمارے لوگوں کو شہید کر رہے تھے، فیس بک پر ہمارے نوجوان انڈین فلموں کی تحسین کر رہے تھے۔

''سب سے پہلے پاکستان'' کا نعرہ لگانے والے مہاشے نے جو آج اپنے عشرت کدے (عرف نام نہاد سب جیل) میں کسرت کر رہے ہیں کیسے خوبصورت الفاظ کا سہارا لے کر قوم کو دھوکے اور گمراہی کی راہ پر گامزن کیا، ہمیں پتھروں کے زمانے سے ڈرا کر اور واقعتاً پتھروں کے زمانے میں پہنچا کر خود مہاشا پاکستان کا اللہ حافظ کہہ کر چلتا بنا۔ حضرت فرماتے تھے کہ 'بھول جاؤ پاکستان سے باہر کیا ہو رہا ہے' اور خود دینی غیرت سے سرشار لوگوں کو بیچ بیچ کر ڈالروں میں کروڑ پتی ہو گئے۔ ایک جنرل کی، جو قانونی طور پر، بائیسویں گریڈ کے سیکرٹری ڈیفنس کا ماتحت ہے، کتنی تنخواہ ہو گی؟ اوپر سے ظلم پر ظلم یہ کہ اعلیٰ حضرت اپنی کتاب میں اس 'کارِ خیر' پر اتراتے نظر آتے ہیں۔ ہمیں کہتے تھے کہ 'پاکستان کی سرزمین کسی پڑوسی ملک کے خلاف استعمال کرنے کی کسی کو نہیں اجازت دیں گے' اور خود امریکی فوج سے لے کر سی آئی اے اور بلیک واٹر تک نہ جانے کس کس کو ملک بھر میں دندنانے کی اجازت دی اور اپنے پڑوسی ملک پر اپنے ہوائی اڈوں سے ستاون ہزار ہوائی حملے کروائے۔ کس قدر دوغلی، دھوکے اور فراڈ پر مبنی پالیسی تھی، جس کا خمیازہ ہم گزشتہ بارہ برس سے بھگت رہے ہیں۔

ہم نے غربت، پتھروں کے زمانے، معاشی بدحالی اور سب سے بڑھ کر موت کے خوف سے اپنے افغان بھائیوں کو باندھ کر ایک وحشی درندے کے آگے ڈال دیا۔ چند اڈوں، کچھ لوگوں کی گرفتاری اور حساس معلومات کے تبادلے کے عوض ہماری نہ صرف جان بخشی ہو رہی تھی بلکہ ساتھ کروڑوں اربوں ڈالر مل رہے تھے۔ ہم نے طویل المدتی بنیادوں پر اس وقتی لالچ کے ممکنہ اثرات کا ذرا بھی نہیں سوچا۔ ہم نے ایک لمحے کے لئے بھی یہ نہیں سوچا کہ مسلمان بھائیوں کے قتلِ عام میں سامراج کی مدد کرنے پر خدا کے سامنے کس قدر رسوائی ہوگی۔ ہم نے اس پر بھی غور نہیں کیا کہ جب امریکہ نے 2001ء میں ہم سے یہ مطالبات کئے تو اس نے ممکنہ

متبادل کے طور پر یہ مطالبات بھارت سے بھی کئے۔ مگر بھارتی حکمرانوں نے دوٹوک الفاظ میں اڈے فراہم کرنے سے انکار کردیا۔ خود امریکہ ہی کے بانی قائدین میں سے ایک بنجمن فرینکلن نے شاید ہمارے لیے ہی کہا ہے کہ:

Those who would give up essential liberty to purchase a little temporary safety, deserve neither liberty nor safety.

(Benjamin Franklin, February17, 1775)

ہم نے وقتی طور پر محفوظ رہنے کے لئے اپنی آزادی اور خودمختاری پر سمجھوتا کیا۔ آج ہم محفوظ ہیں اور نہ صحیح معنوں میں آزاد اور خود مختار۔ غربت، پتھروں کے زمانے، معاشی بدحالی اور موت کے جن اژدھوں سے ہم ڈر گئے تھے وہ آج ہمیں ڈس رہے ہیں۔ حق بات یہ ہے کہ 2001ء میں طالبان کا اقتدار ختم ہونے سے پہلے ہمیں اپنی مغربی سرحد کی کبھی فکر نہیں ہوئی۔ ہمارے شمال مغربی علاقوں میں مکمل امن قائم تھا۔ اور افغانستان میں صرف طالبان ہی پاکستان کے خیر خواہ تھے۔ یہ واضح ہے کہ امریکہ کا طالبان کے خلاف حملہ ان طالبان مخالف قوتوں کا سہارا لے کر ہوا جو افغانستان میں نہ صرف پاکستان کی مخالف ہیں بلکہ پاکستان کے خلاف کسی کا بھی ساتھ دینے کو تیار ہیں۔ اس کے بعد سے جو کچھ پاکستان میں ہو رہا ہے، وہ ہم سب کے سامنے ہے۔

حال ہی میں پشاور کے چرچ پر ہونے والے حملے کے بعد جنرل (ر) شاہد عزیز کا یہ بیان ریکارڈ پر ہے کہ 'پشاور حملے میں بھارت اور امریکہ ملوث ہیں، حکومت کھل کر ان کا نام لے، جن کا مقصد پاکستان میں امن اور مذاکرات کی کوششوں کو ناکام کرنا ہے'۔ کہا جاتا ہے کہ مذاکرات کئے جائیں بھی تو کس سے کئے جائیں مذاکرات اگر ہوں بھی تو کیسے کامیاب ہو سکتے ہیں، طالبان تو پاکستان کے آئین اور قانون کو نہیں مانتے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ طالبان خارجی اور غیر ملکی ایجنٹ ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ صرف ہتھیار ڈالنے والوں سے مذاکرات کئے جائیں گے۔ چند دن پہلے جنرل (ر) حمید گل کا کسی نجی ٹی وی چینل کو دیا گیا یہ بیان بھی ریکارڈ پر ہے کہ طالبان کے 35 مختلف گروہ ہیں، جن میں 30 گروہ ایسے ہیں جو بالواسطہ یا بلاواسطہ افغان طالبان کے زیر اثر ہیں اور ملا محمد عمر کو امیر المومنین مانتے ہیں، جب کہ صرف 5 گروہ ایسے ہیں جن کی وفاداریاں مشکوک ہیں اور افغان حکومت اور وہاں موجود بیرونی قوتیں ان کی سرپرست ہیں۔ رہ گیا پاکستانی قانون اور آئین، تو نہ معلوم کس قانون اور آئین کی بات کی جاتی ہے، وہ قانون اور آئین جس کا تمسخر سیاستدان اور مراعات یافتہ طبقہ آئے دن اڑایا کرتا ہے؟ یا وہ قانون اور آئین جس کی چار جرنیل دھجیاں اڑا کر پورے سرکاری پروٹوکول کے ساتھ ایوانِ صدر سے زندہ یا مردہ رخصت ہوئے؟ رہ گیا طالبان کا خارجی اور غیر ملکی ایجنٹ ہونا تو اس بات کو کافی حد تک محترم حمید گل صاحب نے واضح کر دیا ہے۔ لیکن ایک سوال بہت اہم ہے، پرائی جنگ میں کودنا، امریکہ کا سپاہی بن جانا، اپنوں کو بیچ بیچ کر ڈالر کمانا، بقول چودھری نثار علی خان امریکہ کے کہنے پر اپنے علاقوں میں آپریشن کرنا، اور اپنے ملک میں غیر ملکی ایجنسیوں اور فوجوں کو اڈے بنانے کی اجازت دینا ہمارے لئے کیسے اور کس شریعت کی رو سے جائز ہے؟ اور رہ گئی ہتھیار ڈالنے والوں سے مذاکرات کی بات، تو یہ جملہ جنگی سیاست اور تاریخ کے کسی بھی طالبعلم کے لئے مضحکہ خیز ہے۔ ہتھیار ڈالنے والے شکست خوردہ یا جنگی قیدی کہلاتے ہیں۔ ان سے مذاکرات نہیں، ان کے مقدر کے فیصلے کئے جاتے ہیں یا پروانۂ آزادی، یا قیدِ زندان یا تختۂ دار۔ جنگوں میں مذاکرات کسی برابر کی قوت سے کئے جاتے ہیں، جہاں فیصلہ بندوق سے مشکل یا ناممکن ہو جاتا ہے۔ براہ کرم اگر آپ امن کی کوشش میں سنجیدہ ہیں تو سیاسی پختگی کا ثبوت دیجئے، بچکانہ بڑھکیں مارنے کی بجائے سنجیدہ اقدامات کیجئے، وقت کم ہے۔ عالمِ اسلام کے افق پر بہت خوفناک طوفان کے بادل دکھائی دے رہے ہیں۔ انگریزی کا ایک محاورہ ہے "Where there is a will, there is a way"، اگر آپ کے پاس نیک نیتی اور ارادہ موجود ہے تو راستہ نکالنا اتنا مشکل نہیں۔ پاکستان میں موجود امریکی جنگ میں ملوث ملکوں کے غیر سفارتی سرکاری و نیم سرکاری اہلکاروں کو سب سے پہلے پاکستان سے چلتا کیجئے۔ امریکی جنگ سے غیر جانبداری کا اعلان کیجئے۔ ڈرون کے معاملے میں جرأت کا مظاہرہ کریں۔ سابق پاکستانی ائر چیف کا یہ بیان ریکارڈ پر موجود ہے کہ حکومت اجازت دے تو ڈرون کو گرایا جا سکتا ہے۔ خود پر بھروسا رکھیں۔ اگر ایران ڈرون گرا سکتا ہے تو آپ کی عسکری قوت بفضلِ اللہ تعالیٰ ایران سے کہیں زیادہ اور مسلم ہے۔ خدا پر بھروسا کریں، دنیوی لحاظ سے بھی اگر دیکھا جائے تو ایران کو اگر روس کا سہارا ہے تو چین بھی آپ کو تنہا نہیں چھوڑے گا۔ اور اگر ڈرون گرانا ممکن نہیں تو نیٹو کی سپلائی سے معذرت کر لیجئے۔ امریکہ کی افغانستان میں وہ درگت بن رہی ہے کہ وہ ان شاء اللہ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ پائے گا۔ ویسے بھی اس کی معیشت اس وقت سسک رہی ہے اور یہ اس سے جان چھڑانے کا بہترین موقع ہے۔

عالمِ اسلام بالخصوص شام و مصر کے حالات اس بات کا پتہ دے رہے ہیں کہ ایک بہت بڑی اور ہولناک جنگ کنارے آ لگی ہے۔ بہت سی نشانیاں ایسی نظر آ رہی ہیں جن سے آخری زمانے سے متعلق رسول اللہ ﷺ کی پیشین گوئیاں پوری ہوتی دکھائی دیتی ہیں۔ عالمِ اسلام میں کل 57 ممالک ہیں، اور اس وقت ان میں سے نصف سے زیادہ میں تباہی اور بربادی کا عمل جاری ہے۔ سعودی عرب، ترکی اور پاکستان میں انارکی پھیلانے کی بھرپور کوشش کی جا رہی ہے۔ اگر سعودی عرب میں دشمنوں کی کوششیں کامیاب ہو جاتی ہیں اور بغاوت پھوٹ پڑتی ہے تو ہمیں سمجھ لینا چاہیے کہ مہدی آخرالزماں کا ظہور سالوں نہیں دنوں اور ہفتوں کی بات ہے۔ اور اگر ایسا ہوتا ہے تو غزوۂ ہند کا وقت بہت قریب ہے، اور اس غزوۂ ہند میں یہی سر پھرے طالبان ہمارے کام آئیں گے، امریکہ اور نیٹو نہیں۔ یہی صحیفوں میں لکھا ہے، یہی پیشین گوئی ہے۔ یہی ان مجاہدوں کے سپوت ہیں جنہوں نے خطۂ آزاد کشمیر کو انڈیا کے تسلط سے چھڑایا، جنہوں نے سکندرِ اعظم سے لے کر امریکہ تک ہر سامراج کو شکست دی ہے۔ یہی وہ قوت کا مرکز ہے جس کو بائبل 'خدا کے کلہاڑے' کے نام سے پکارتی ہے، اور یہی وہ خراسان ہے جس کے شہسوار جب پہاڑوں سے اتریں گے تو رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق یروشلم تک ان کا راستہ روکنے والا کوئی نہیں ہوگا۔ آج امریکہ جیسی سپر پاور، نیٹو جیسے طاقتور ترین عسکری اتحاد کے ہمراہ ان سے شکست کھا چکی ہے تو ایسا کون ہے جو اب ان کا راستہ روک سکے؟ سابق سی آئی اے آفیسر مائیکل شوئر کے بقول طالبان پاکستان کے فطری اتحادی ہیں۔ ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ ہم انصاف اور حق کا راستہ اپنائیں، اپنوں کو اپنا سمجھیں، اور اللہ پر توکل کریں۔ یہ بازی حق کی بازی ہے اور جیت صرف حق کی ہوگی۔

☆☆☆

افغان پالیسی کے اثرات، منوجی کا فلسفہ اور اقبال

رفیق چودھری

پاکستانی میڈیا آج بڑے کرب کے ساتھ یہ خبر دیتا ہے کہ افغانستان کی سرزمین سے پاکستان پر بار بار اٹیک ہو رہے ہیں، جبکہ یہی پاکستانی میڈیا تھا جو پرویزی نعرہ ''سب سے پہلے پاکستان'' کا راگ الاپنے میں پرویز سے بھی دو قدم آگے تھا۔ تب نظریاتی سرحدوں کی حفاظت پر مامور ریاست کے اس اہم ستون کو ملک کی ان نظریاتی سرحدوں کا تعین بھی یاد نہ رہا جو اس ملک کا تصور اور نظریہ پیش کرنے والے، حکمت و دانش اور دور اندیشی میں اسے بلند پایہ اقبال نے کچھ اس طرح پیش کیا تھا۔

بتانِ رنگ و خوں کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا
نہ تورانی رہے باقی، نہ ایرانی، نہ افغانی
یہ ہندی، وہ خراسانی، یہ افغانی، وہ تورانی
تو اے شرمندۂ ساحل اچھل کر بیکراں ہو جا
غبار آلودۂ رنگ و نسب ہیں بال و پر تیرے
تو اے مرغ حرم اڑنے سے پہلے پرفشاں ہو جا

اقبال کے نزدیک جغرافیائی سرحدوں سے زیادہ اہم ہماری نظریاتی سرحدیں تھیں، جن پر ہماری اصل قوت اور سلامتی کا انحصار تھا۔

بازو تیرا توحید کی قوت سے قوی ہے
اسلام ترا دیس ہے تو مصطفوی ہے

اقبال کا ایمان تھا کہ ہندو اکثریت کی اجارہ داری اور شر سے محفوظ رہنے کے لیے اگرچہ الگ وطن ضروری ہے، لیکن جہاں اسلام اور امت مسلمہ کی بات آجائے تو وحدتِ اُمت کے سامنے وطنیت کی جغرافیائی سرحدیں کوئی معنی نہیں رکھتیں۔

نظارۂ دیرینہ زمانے کو دکھا دے
اے مصطفویؑ خاک میں اس بت کو ملا دے

اقبال کے ان نظریات کی صداقت کا ثبوت اس سے بڑھ کر کیا ہو کہ ڈکٹیٹر ہی سہی لیکن جب اللہ کے ایک بندے نے سب سے پہلے پاکستان کی بجائے ''سب سے پہلے اسلام'' کا نعرہ لگایا تھا اور کہا تھا کہ ''افغان ہمارے مسلمان بھائی ہیں، ان کی مدد ہم پر فرض ہے چاہے اس کی ہمیں کتنی بھی قیمت ادا کیوں نہ کرنی پڑے'' تو چشمِ فلک نے دیکھا تھا کہ اس جذبۂ اتحاد امت کی برکت سے نہ صرف یہ کہ مشترکہ دشمن سوویت یونین کو بہت بڑی شکست ہوئی بلکہ اس کا شیرازہ بھی بکھر گیا اور نتیجتاً مزید چھ اسلامی ریاستیں دنیا کے نقشے پر ابھر کر سامنے آگئیں اور اس کے ساتھ ہی افغانستان بھی پاکستان کا دایاں بازو بن گیا کہ جس کی موجودگی میں پاکستان کی مغربی سرحد بالکل محفوظ تھی اور طالبان ایسے بے لوث اتحادی تھے کہ جن کی موجودگی میں کوئی پاکستان و اسلام دشمن ایجنٹ افغانستان کی سرزمین کو پاکستان کے خلاف استعمال نہیں کر سکتا تھا۔ پاکستان کے مغربی حصوں میں کسی قسم کی یورش، دراندازی، دہشت گردی کا احتمال نہیں تھا۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ افغانستان کی سرزمین کو پاکستان کے خلاف استعمال کرنے کا دیرینہ بھارتی منصوبہ جو ایک طرح سے اس کے دھرم میں شامل ہے بھی طالبان کی موجودگی میں مٹی میں مل چکا تھا۔ اور اس طرح پاکستان ایک انتہائی محفوظ و مضبوط پوزیشن میں آچکا تھا، جس کو اب صرف کشمیر پر فوکس کرنا تھا۔ جبکہ پاکستان کی یہی پوزیشن اسلام اور پاکستان دشمن قوتیں نہیں دیکھنا چاہتی تھیں۔ خاص طور پر بھارت اور اس کی خفیہ ایجنسی ''را'' جس کے ہاتھ سے ایک طرف افغانستان کا اہم محاذ نکل چکا تھا تو دوسری طرف کشمیر میں جاری تحریک اس کے لیے نزع کا عالم تھی۔ ان حالات میں جبکہ امریکہ کو اپنے صہیونی و صلیبی مقاصد کے تحت اسلام اور جہادی تحریک کا راستہ روکنا تھا انڈیا کشمیر کی تحریک آزادی کا ناتا دہشت گردی سے جوڑ کر اسے کمزور کرنا چاہتا تھا۔ لہٰذا افغانستان میں دوبارہ محاذ کھولنے کے لیے را، موساد اور سی آئی اے گٹھ جوڑ نے 9/11 کا طے شدہ ڈرامہ رچایا اور پاکستان میں پرویز کی صورت میں انہیں ایک ایسا اتحادی مل گیا جو عوام کی سامنے تو مکے لہراتا، غراتا تھا لیکن دشمنِ ملت کی ایک فون کال پر ڈھیر ہو گیا اور اپنے آقاؤں کے پلید منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اپنے دائیں بازو اور مسلمان بھائیوں کے خلاف دشمنوں کا اتحادی بن کر وحدت امت اور مسلمان اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا اور اپنی اس ناپاک جسارت کو جواز فراہم کرنے کے لیے ''سب سے پہلے پاکستان'' کا نعرہ گھڑ لیا۔

یہ کوئی نئی بات نہ تھی ہر ایک قوم کا غدار اور کٹھ پتلی حکمران اپنے بیرونی آقاؤں کے مقاصدِ رزیلہ کو ایسے ہی جز وقتی نعروں کی آڑ میں پورا کیا کرتا ہے جو کہ محض اپنی رعایا کو بے وقوف بنانے لیے تراش لیے جاتے ہیں۔ لیکن افسوس پاکستانی میڈیا پر جو اس انتہائی بے پایاں، بے وقعت، اسلام اور نظریۂ پاکستان سے متصادم اور آمادۂ سرکشی پرویزی نعرہ کو فروغ دینے میں شاہ سے بھی زیادہ شاہ کا وفادار نکلا۔ حتیٰ کہ اس وفاداری میں اپنے ان اصل قومی نظریات کو بھی بالائے طاق رکھ دیا گیا۔

جو کرے گا امتیاز رنگ و خوں مٹ جائے گا
ترک خرگاہی ہو یا اعرابی والا گہر!
نسل اگر مسلم کی مذہب پر مقدم ہو گئی
اُڑ گیا تو دنیا سے مانند خاک راہگزر

صرف ایک امید سے وابستہ تھا ہمارا مستقبل ع ''پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ'' اور یہ بھی کہ ع ''موج ہے دریا میں بیرونِ دریا کچھ نہیں''

اور اس کے ساتھ ہی حکیم الامت نے یہ بھی واضح کر دیا تھا کہ وحدت امت کو توڑنے اور شجرِ ملت سے الگ ہونے کا انجام بالآخر کیا ہوتا ہے۔

حکمتِ مغرب سے ملت کی یہ کیفیت ہوئی
ٹکڑے ٹکڑے جس طرح سونے کو کر دیتا ہے گاز
''ملک ہاتھوں سے گیا' ملت کی آنکھیں کھل گئیں''
حق ترا چشمے عطا کر دست غافل در نگر!

مغرب کی حکمت کا محور و مرکز ہمیشہ وحدت امت کو توڑنا رہا ہے۔ خلافت عثمانیہ سے لے کر سقوط ڈھاکہ تک مغرب کی سازشیں کسی سے پوشیدہ نہیں۔ نائن الیون سازش کے پس پردہ بھی اسلامی احیاء اور جہادی تحریک کا راستہ روکنا اور افغان پاکستان اتحاد کو توڑنا تھا۔ طالبان پاکستان کے وفادار اور جاں نثار ہی نہیں تھے، پاکستان کا بازو اور قوت بھی تھے۔ انہیں پاکستان کے خلاف کرنا مقصود تھا، سو انہوں پرویز نے کے ذریعے کر لیا۔ ایک بھائی

ایک بازو ایک ملک ہم سے جدا ہوگیا۔ وحدت سے جو قوت ہمیں نصیب ہوئی تھی، چھین لی گئی، لیکن ملت کی آنکھیں کھل کر بھی نہ کھلیں۔ پرویز کے جانشین آج بھی اس کی پالیسی پر گامزن ہیں۔ انہی ملت دشمن پالیسیوں کی بدولت آج انہوں نے ایک طرف افغانوں کو اپنا دشمن بنا لیا ہے اور دوسری طرف اپنے ازلی دشمن کو فیورٹ نیشن قرار دے کر اسے ملکی سالمیت اور قومی سلامتی سے کھلواڑ کا موقع فراہم کر رکھا ہے۔

آج ہمارا دانشور طبقہ اور آزاد میڈیا ''امن کی آشا'' کا راگ الاپتے نہیں تھکتا۔ جبکہ یہی دانا میڈیا اور دفاعی وزارتیں ایک طرف افغانستان میں بھارت کی غیر معمولی سفارتی سرگرمیوں اور دراندازی کا رونا روتی ہیں اور دوسری طرف بلوچستان میں بھی بھارتی مداخلت کو ثابت کیا جاتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس سب کے باوجود انڈیا کو فیورٹ قرار دے کر بالآخر ہم کس کو دھوکہ دے رہے ہیں؟ اور سب سے اہم یہ کہ ہمارا مادر پدر آزاد میڈیا اقبال کے لافانی اور آفاقی نظریات کو پس پشت ڈال کر صبح وشام جس ''امن کی آشا'' کی مالا جپ رہا ہے، بھارتی خفیہ ذہن اس ''آشا'' کو کس نظر سے دیکھ رہا ہے؟ ۔ دیکھئے 2 فروری 2010ء کو ایک انگریزی روزنامہ کی شائع شدہ رپورٹ، جس میں واضح طور پر لکھا ہے کہ '' بھارتی خفیہ ایجنسی ''را'' کی ایک دستاویز کے انکشافات کے مطابق بھارت نے را کی زیر نگرانی ایک سپیشل کاؤنٹر انٹیلی جنس تنظیم ''CITX' قائم کی ہے جس کو پاکستان میں بڑے پیمانے پر ملکی سالمیت کو نقصان پہنچانے کا ٹاسک دیا گیا ہے۔ اس دوران نئی دہلی کی جانب سے پاکستان کے ساتھ مذاکرات میں سرگرمی دکھائی جائے گی اور پاکستان کو مسلسل مذاکرات کے عمل میں الجھایا جائے گا۔''

چلیے! یہ تو 2010ء کے شروع کی رپورٹ تھی۔ پرانی بات سہی۔ اس کے بعد سے صبح وشام ''امن کی آشا'' کا ورد کرتا ہوا پاکستانی میڈیا اور موسٹ فیورٹ انڈیا کا ''وظیفہ کرتا'' ہوا حکمران طبقہ بتا دے کہ اس ''ورد'' کے ردعمل میں بھارتی ذہنیت اپنے قدیم منوجی کے فلسفے سے کتنا پیچھے ہٹ پائی ہے؟

''ہمیشہ حملے کی تیاری رکھ، اپنی طاقت کی نمائش کرتا رہ، اپنے راز چھپائے رکھ اور دشمن کی کمزوری کا کھوج لگا، بگلے کی طرح یکسوئی سے شکار کو تاڑ، شیر کی طرح وار کر، بھیڑیے کی طرح نوچ ڈال اور فرار کے وقت خرگوش کی طرح بھاگ۔ اپنے ہمسائے راجہ کو دشمن اور دشمن کا ساتھی سمجھ، ہمسائے کے ہمسائے کو دوست رکھ، جو راجہ ان دونوں کے پرے ہو اس کے ساتھ غیر جانبدار رہ۔ جب امکان آئندہ غالب آنے کا اور حال میں کچھ نقصان ہونے کا ہو تو امن کا چرچا کرتا رہ۔ اگر خوشحال ہو تو فوراً جنگ کر۔ جب تیرے رتھ، جانور اور فوجیں کم ہوں تو احتیاط سے خاموش بیٹھ اور رفتہ رفتہ دشمنوں سے صلح اور آشتی کی گفتگو کرتا رہ۔ بیوی کو بچانے کے لیے دولت دے ڈال لیکن اپنی ذات کو محفوظ کرنے کے لیے بیوی اور دولت دونوں دے ڈال۔''

ہمیں تسلیم ہی کہ اگر منوجی کے اس فلسفے کے برعکس بھارت اسلحہ کی نمائش نہیں کر رہا، جنگی ساز و سامان بھاری مقدار میں جمع نہیں ہو رہا، ہمسائے یعنی پاکستان کو دشمن سمجھنا چھوڑ دیا ہے، حالیہ برسات میں پاکستانی دریاؤں پر بنائے گئے ڈیموں میں پانی کی مقدار کے صحیح اعداد و شمار ظاہر کر دیئے ہیں، ''صلح و آشتی کی گفتگو'' کسی نتیجے پر پہنچتی دکھائی دے رہی ہے تو انڈیا فیورٹ ہی نہیں موسٹ فیورٹ اور ''امن کی آشا'' زندہ باد ہی نہیں پائندہ باد بھی۔ لیکن اگر انڈیا اسلحہ کی نمائش اور تیاری میں بھی سرگرم ہے، پاکستان کے دشمنوں سے معاہدے بھی برابر جاری ہیں، کشمیر سمیت اہم مسائل پر آنا ہی نہیں چاہتا، ''ہمسائے کے ہمسائے'' یعنی افغانستان کے کندھے سے وار پر وار بھی کر رہا ہے، وہاں سفارتی جال پھیلا کر پاکستان میں مداخلت سے بھی باز نہیں آرہا۔ نسلی، لسانی، علاقائی تعصبات کو ہوا دینا برابر جاری ہے تو پھر کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر کے فیورٹ فیورٹ کی رٹ لگانے والے حکومتی کارپردازوں کو دماغ کی سرجری کرانا چاہیے اور اقبال سے سرکشی کرنے والے پاکستانی میڈیا کو بھی نظریاتی سرحدوں کی پامالی سے توبہ تائب ہو کر سچے دل سے قومی نظریات پر سختی سے پہرہ دینا شروع کر دینا چاہیے کہ جب ملک کا پانچواں ستون اپنا اصل منصب سنبھال لے گا تو پھر کوئی ''مشرف'' قومی نظریات کے خلاف پالیسیاں ترتیب نہیں دے سکے گا اور ہر مسئلے کا حل بھی انہی آفاقی نظریات میں مل جائے گا۔

ربط وضبطِ ملتِ بیضا ہے مشرق کی نجات
ایشیا والے ہیں اس نکتے سے اب تک بے خبر
ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لیکر تا بخاکِ کاشغر!
پاک ہے گردِ وطن سے سرِ داماں تیرا
تو وہ یوسف ہے کہ ہر مصر ہے کنعاں تیرا
قافلہ ہو نہ سکے گا کبھی ویراں تیرا
غیر یک بانگِ درا کچھ نہیں ساماں تیرا

معمارِ پاکستان نے کہا

مسلمان اب زندگی کے ہر شعبہ میں اپنی ذمہ داری کا احساس کرنے لگے ہیں۔ تمام مسلمان جانتے ہیں کہ قرآن مجید کے احکام صرف مذہب یا اخلاق پر ہی محدود نہیں ہیں۔ جیسا کہ مسٹر گبن نے کہا کہ بحر اوقیانوس سے دریائے گنگا تک قرآن مجید بنیادی مجموعۂ قوانین تسلیم کیا جاتا ہے۔ نہ صرف مذہبی بلکہ شہری اور تعزیری قوانین کی بنیاد بھی یہی ہے۔ اور انسانی جسم اور مال کے حقوق جو اللہ تعالیٰ نے متعین کیے ہیں، سب ہی کا نفاذ اسی کے تحت ہوتا ہے۔ غرضیکہ یہ مسلمانوں کا ایسا مجموعۂ قوانین ہے جس میں مذہبی، معاشرتی، شہری، اقتصادی، معاشی، فوجی، عدلیہ، جرائم، تعزیرات، رسوماتِ خوشی و غمی غرض روزمرہ زندگی کی ہر بات کے احکام ہیں۔ جسمانی صحت سے لے کر آخرت کی بخشش تک، فرد کی انفرادی حیثیت سے مجموعی (معاشرتی) حیثیت تک، اخلاقیات سے جرائم تک دنیاوی سزاؤں سے لے کر اُخروی سزاؤں تک سب کچھ اس میں بیان ہوا ہے۔ اور ہمارے نبی اکرم ﷺ نے ہم پر یہ فرض کر دیا ہے کہ ہم خود اس پر عمل کریں اور دوسروں کو اس کی تبلیغ کریں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام چند مذہبی عبادات اور رسومات تک محدود نہیں، بلکہ مکمل ضابطۂ حیاتِ دُنیوی واُخروی ہے۔ (9 ستمبر 1945ء)

حلقہ پنجاب شرقی کے زیر اہتمام تربیتی اجتماع

حلقہ پنجاب شرقی کا سہ ماہی تربیتی اجتماع 6 اکتوبر کو مسجد جامع القرآن گلی نمبر 22 فاروق آباد شرقی ہارون آباد روڈ بہاولنگر میں ہوا۔ اس پروگرام میں 134 رفقاء اور 16 احباب نے شرکت کی۔ پروگرام کا آغاز ساڑھے نو بجے ہوا۔ امیر حلقہ محمد ناصر بھٹی نے پروگرام کے افتتاحی کلمات میں رفقاء کو خوش آمدید کہا۔ اس کے بعد نثار شفیق نے درس قرآن دیا۔ باطنی بیماریوں پر ایک طائرانہ نظر اور ان کے روحانی نقصانات کے موضوع پر حافظ فرخ ضیاء نے بڑا جامع درس حدیث دیا۔ اس کے بعد چائے کے وقفہ میں چائے اور بسکٹس کے ساتھ شرکاء محفل کی تواضع کی گئی۔ وقفے کے بعد مقامی تناظیم اور منفرد اسرہ جات کا جائزہ پیش کیا گیا۔ مقامی امراء اور نقباء نے اپنے اپنے نظم کی تفصیل کے ساتھ جائزہ رپورٹ پیش کی۔ اس کے بعد امیر حلقہ محمد ناصر بھٹی نے اختتامی خطاب فرمایا۔ نماز ظہر اور کھانے کے وقفہ کے بعد یہ پروگرام اپنے اختتام کو پہنچا۔ یہ نشست تقریباً پانچ گھنٹے پر محیط تھی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔ (آمین) (رپورٹ: عابد حسین)

ناظم حلقہ ملاکنڈ کا دورۂ چترال

ضلع چترال پاکستان کے انتہائی شمال میں واقع تنظیم اسلامی حلقہ ملاکنڈ کا حصہ ہے۔ دشوار گزار پہاڑوں کی وجہ سے پشاور سے یہاں پہنچنے میں تقریباً بارہ گھنٹے لگتے ہیں۔ اس کے شمال مشرق میں ضلع سوات، گلگت اور مغرب میں افغانستان اور جنوب میں دیر کے دو ضلع ہیں۔ یہاں پر تنظیم اسلامی کا ایک بنیادی یونٹ اُسرہ کام کر رہا ہے۔ ناظم حلقہ نے مقامی اُسرہ کے نقیب سے مشورہ کے بعد چترال کے دورے کی تاریخ مقرر کر کے ناظم دعوت و تربیت اور ایک مقامی تنظیم کے امیر کے ہمراہ چترال کا تین روزہ دعوتی و تنظیمی دورہ کیا۔ 10 تا 13 اکتوبر کے دوران ہونے والے اس دورے کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

10 اکتوبر کو ساڑھے چھ بجے حلقہ ملاکنڈ کے مرکز تیمر گرہ سے ہم چار افراد کے مختصر قافلہ کی صورت میں چترال روانہ ہوئے۔ راستے میں ناشتہ کیا۔ ڈیڑھ بجے چترال پہنچے۔ اُسرہ کے نقیب کے ساتھ ان کے مکان پر دورہ کی مزید تفصیلات طے کیں اور رات وہیں گزاری۔

11 اکتوبر کو ایک پبلک سکول میں جسے ہمارے ایک فعال رفیق چلا رہے ہیں، طلبہ سے خطاب طے تھا۔ صبح 9 بجے ناظم دعوت جناب فیض الرحمٰن نے ایمان کے موضوع پر طلبہ وطالبات سے خطاب کیا اور ایمان کے قانونی و حقیقی مفہوم سے طلبہ کو آگاہ کیا۔ یہ خطاب تقریباً 45 منٹ پر محیط تھا۔ اس کے بعد دوسرے مقرر جناب نبی محسن نے فرائض دینی کے جامع تصور کی وضاحت کی۔ انہوں نے طلبہ وطالبات کو سمجھایا کہ دین کے تین تقاضے ہیں: بندگی کرنا، بندگی کی دعوت دینا اور نظام بندگی کے قیام کے لیے جدوجہد کرنا۔ اس محفل میں پرنسپل صاحب اپنے جملہ سٹاف کے ساتھ موجود تھے۔ بعدازاں طلبہ میں ''قرآن حکیم اور ہماری ذمہ داریاں'' اور ''فرائض دینی کا جامع تصور'' کے کتابچے تقسیم کئے۔ یہ پروگرام 11 بجے ختم ہوا۔ اس کے بعد ہم نے شاہی مسجد میں نماز جمعہ ادا کی۔ یہ مسجد چترال میں شاہی خاندان کی بنائی ہوئی سب سے بڑی جامع مسجد ہے۔ شام تین بجے مقامی رُفقاء سے دعوتی و تنظیمی گفتگو میں نظام العمل کے مطابق اجتماعات کا انعقاد، رپورٹ، ماہانہ انفاق، انفرادی دعوت، دین کا مفہوم اور دین کا جامع تصور جیسے موضوعات زیر گفتگو آئے۔ نقیب صاحب کے محلہ کی مسجد میں نماز مغرب کے بعد دین کے جامع تصور پر تفصیلی بات کی گئی۔ اس محفل میں تقریباً 25 افراد شریک ہوئے۔

12 اکتوبر کو نماز فجر کے بعد ناظم دعوت نے محلہ کی مسجد میں درس قرآن دیا جو ابراہیم علیہ السلام کی قربانیوں و آزمائشوں کے حوالے سے تھا۔ مدرس نے سامعین پر زور دیا کہ ہمیں دین کے لیے ہر قسم کی قربانیوں کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہی لوگوں پر زیادہ آزمائشیں آتی ہیں جنہیں وہ زیادہ پسند کرتا ہے لیکن پھر انہی آزمائشوں کے ذریعے ان کے درجات بھی بہت بلند ہوتے ہیں۔

صبح تا دوپہر تین سکولوں میں اساتذہ اور طلبہ کے سامنے عظمت قرآن اور قرآن مجید کے حقوق پر گفتگو ہوئی۔ گورنمنٹ سنٹینیل ہائی سکول چترال میں نبی محسن نے قرآن مجید کے حقوق پر 45 منٹ خطاب کیا، جسے 100 اساتذہ اور طلبہ نے سنا۔ گورنمنٹ ہائی سکول بلچ میں جناب فیض الرحمٰن نے 80 طلبہ اور اساتذہ کے سامنے عظمت قرآن کے موضوع پر گفتگو کی اور طلبہ پر زور دیا کہ قرآن مجید سمجھنے کے لیے ضرور وقت نکالیں، کیونکہ قرآن حکیم ہی تمام علوم کا سرچشمہ اور ہمارے لئے کامل ہدایت نامہ ہے۔ بعد میں یہاں پر سکول کے پرنسپل صاحب کے ساتھ جو peace tv کی وساطت سے بانی محترمؒ سے متعارف ہیں، ایک نشست ہوئی جس میں دیگر موضوعات پر گفتگو کے علاوہ منتخب نصاب اور کراچی کی العلم فاؤنڈیشن کے قرآن فہمی کورس کا تعارف بھی کرایا گیا۔ پرنسپل صاحب کو طلبہ میں تقسیم کرنے کے لیے ''قرآن حکیم اور ہماری ذمہ داریاں'' والا کتابچہ دیا گیا۔ شام کا وقت اُن رُفقاء سے ملاقات کے لیے طے تھا جو کسی وجہ سے غیر فعال ہوگئے ہیں۔ چند رُفقاء سے بہت مفید ملاقاتیں ہوئیں۔ وقت کی کمی کی وجہ سے سب رُفقاء سے ملاقات نہ ہوسکی، کیونکہ عیدالاضحیٰ کی وجہ سے ہمیں واپس آنا تھا۔

13 اکتوبر کو صبح 4 بجے چترال سے واپس تیمر گرہ روانہ ہوئے۔ راستے میں ضلع دیر کی مقامی تنظیم کے امیر اور کچھ رُفقاء سے ملاقاتیں کر کے ساڑھے بارہ بجے مرکز حلقہ تیمر گرہ پہنچے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ دورہ مفید رہا۔ چترال کے دو مقامی رُفقاء شہزادہ ایوب اور محمد نبی نے ہمارے ساتھ بہت تعاون کیا۔ تمام وقت ہمارے ساتھ موجود رہے۔ محمد نبی صاحب نے ہمارے قیام و طعام کا بندوبست اپنے گھر میں کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ انہیں اجر عظیم عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ اس دورہ کے دوررس نتائج برآمد ہوں۔

(مرتب: احسان الودود)

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ

''3/B پروفیسرز ہاؤسنگ سوسائٹی، شکار پور روڈ، سکھر'' میں

8 تا 10 نومبر 2013ء

(بروز جمعہ نماز عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

امراء و نقباء تربیتی و مشاورتی اجتماع

کا انعقاد ہو رہا ہے

زیادہ سے زیادہ امراء و نقباء اس میں شامل ہوں،

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0345-5255100/071-5631074

المعلن: مرکزی شعبہ تربیت : (042) 36316638 36366638 0332-4178275

بانیٔ تنظیمِ اسلامی و داعیٔ تحریکِ خلافت پاکستان ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ کی چند فکر انگیز تصانیف

داعیٔ رجوع الی القرآن کا شہرہ آفاق دورۂ ترجمۂ القرآن
اب کتابی شکل میں بعنوان

بیان القرآن

حصہ اول: صفحات: 359، قیمت 450 روپے
حصہ دوم: صفحات: 321، قیمت 400 روپے
حصہ سوم: صفحات: 331، قیمت 425 روپے
حصہ چہارم: صفحات: 394، قیمت 450 روپے
حصہ پنجم: صفحات: 480، قیمت 550 روپے

شرک کی حقیقت، اقسام اور دورِ حاضر کے
شرک سے واقفیت کے لیے مطالعہ کیجئے

حقیقت و اقسام شرک

قیمت اشاعت عام: 60 روپے، خاص: 90 روپے

سیرت النبیؐ کی روشنی میں
اسلامی انقلاب کے مراحل، مدارج اور لوازم

منہجِ انقلابِ نبویؐ

مجلد: 400 روپے غیر مجلد: 200 روپے

بعثتِ انبیاء کا اساسی مقصد بعثتِ محمدیؐ
کی اتمامی و تکمیلی شان

نبی اکرم ﷺ کا مقصدِ بعثت

اشاعت خاص: 50 روپے

ایک مسلمان کی انفرادی اور اجتماعی
ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟

دینی فرائض کا جامع تصور

اشاعت خاص 25 روپے، عام 20 روپے

ایمان کے لغوی اور شرعی معنی ایمان کا فلسفہ ایمان و عمل کا باہمی تعلق
اپنے موضوع پر لاثانی تحقیق و فکری تصنیف

حقیقتِ ایمان

اشاعت خاص: 120 روپے

سورۃ العصر کی روشنی میں

راہِ نجات

اشاعت خاص: 70 روپے عام: 35 روپے

قربانی ہماری معاشرتی رسم ہے یا دینی فریضہ؟

عیدالاضحیٰ اور فلسفۂ قربانی

اشاعت خاص 35 روپے، عام 25 روپے

اُمتِ مسلمہ کے لیے سہ نکاتی لائحہ عمل

اور نہی عن المنکر کی خصوصی اہمیت

مجلد 100 روپے، غیر مجلد 45 روپے

پاکستان اور ملت اسلامیہ کے حال اور مستقبل کے
تناظر میں لکھے گئے فکر انگیز اخباری کالموں کا مجموعہ

بصائر

صفحات: 130 قیمت: 65 روپے

قرآن حکیم کی عظمت، تعارف اور حقوق و مطالبات
جیسے علمی و عملی موضوعات پر 8 کتابوں کا مجموعہ

قرآن حکیم اور ہم

اشاعت خاص 400 روپے، عام 270 روپے

برعظیم پاک و ہند میں

اسلام کے انقلابی فکر کی تجدید و تعمیل

اور اس سے انحراف کی راہیں

اعلیٰ ایڈیشن: 50 روپے

دعوت رجوع الی القرآن کی اساسی اور مقبول عام دستاویز
جس کا انگریزی، عربی، فارسی اور سندھی میں ترجمہ ہو چکا ہے

مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق

اشاعتِ عام: 25 روپے

سابقہ اور موجودہ

مسلمان اُمتوں کا ماضی، حال اور مستقبل

اور مسلمانانِ پاکستان کی خصوصی ذمہ داری

اشاعت خاص 120 روپے

ڈاکٹر صاحب کے دو خطبات کا مجموعہ

اسلام میں عورت کا مقام

اشاعت خاص: 100 روپے

مفصل فہرست طلب کیجئے: مکتبہ خدام القرآن، 36۔کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔فون نمبر 3-042-35869501